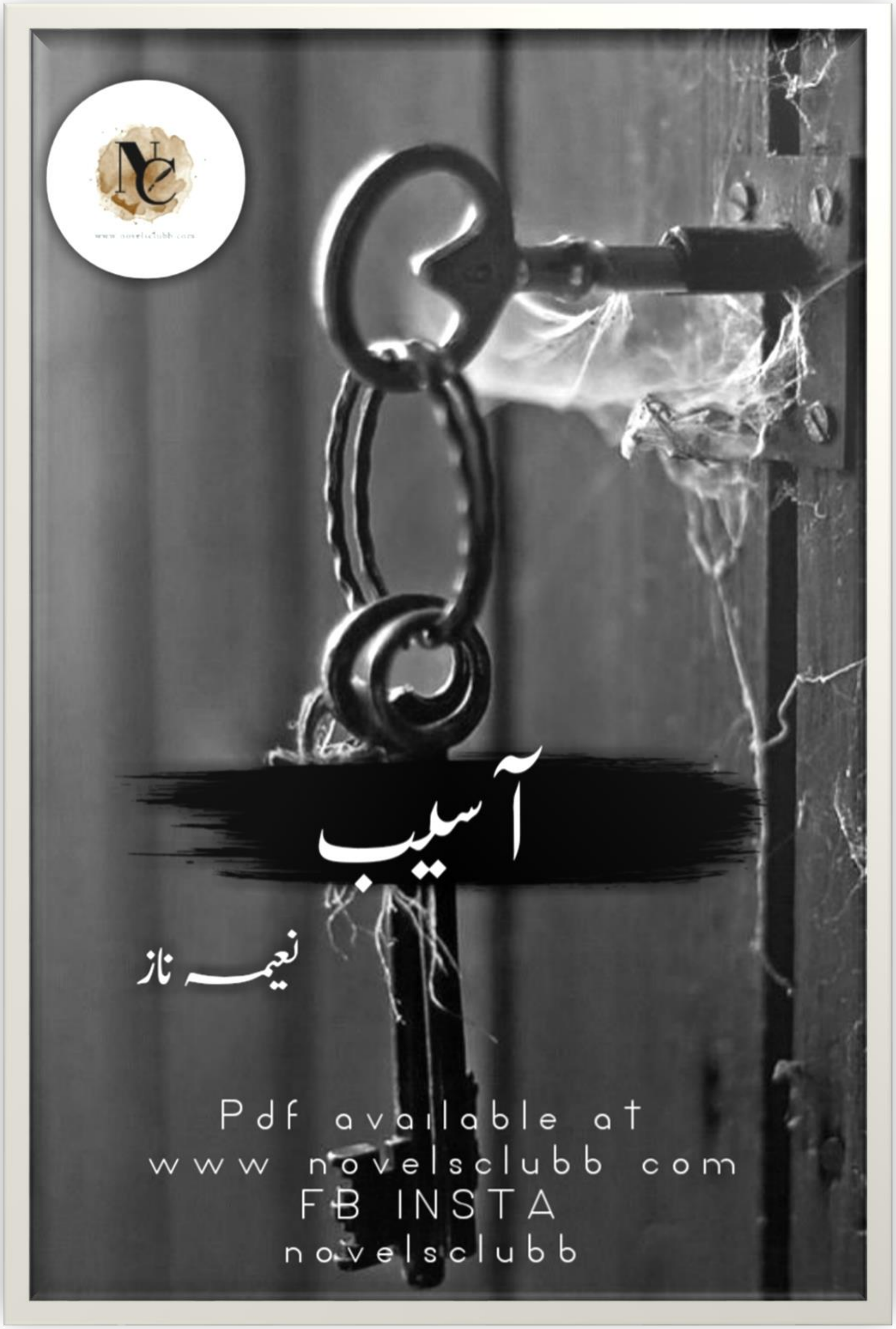
آسیب
نعیمہ ناز
Pdf available at
www novelsclubb com
FB INSTA
novelsclubb

السلام علیکم

اگر آپ میں لکھنے کی صلاحیت ہے اور آپ اپنا لکھا ہوا دنیا تک پہنچانا چاہتے ہیں، مگر آپ کے پاس کوئی ذریعہ نہیں ہے۔۔تو ہم سے رابطہ کریں۔

ہماری ٹیم آپ کو قدم قدم پر رہنمائی فراہم کرے گی اور آپ کی لکھی ہوئی تحریر دنیا تک لائے گی۔

آپ اپنا لکھا ہوا ناول،افسانہ،شاعری، ناولٹ، کالم یا آرٹیکل پوسٹ کروانا چاہتے ہیں تو اپنا مسودہ ہمیں ورڈ فائل یا ٹیکسٹ فارم میں میل کریں

novelsclubb@gmail.com

آپ ہمارے فیس بک،انسٹا پیج اور واٹس ایپ کے ذریعے بھی ہم سے رابطہ کر سکتے ہیں۔

FB PAGE:

NOVELSCLUBB

INSTA:

NOVELSCLUBB

WHATSAPP:

آسیب

از

نعیمہ ناز

www.novelsclubb.com

نعیمہ ناز

آسیب

مکمل ناول

جلتی بلتی دھوپ اس وقت قسمت کی طرح نامہربان تھی الگنی پکڑے پھیلا کر وہ فٹافٹ نیچے آئی سیڑھیاں بھی آگ کی طرح تپ رہی تھیں۔

"اف اللہ" پسینہ پونچھتے ہوئے پہلے وہ باورچی خانے میں گئی چولہے پہ پکتی ہوئی دال میں ڈوئی چلائی۔ آنچ دھیمی کر کے باہر آئی اور ٹب میں پڑے ہوئے باقی کپڑے کھنگالنے لگی۔ یہ سفید کپڑے تھے جو رنگین کپڑوں سے الگ رکھے تھے۔ نیل دے کر انہیں بھی پھیلا کر آئی۔ مشین کا پانی نکال کر اسے دھو کر خشک کیا۔ ٹب بالٹی اوندھے کر کے رکھے اور باورچی خانے میں گھس گئی۔

دال میں بگھار لگا کر کمرے میں آئی اور پنکھے کے نیچے کھڑی ہو گئی۔ لان کی قمیص پسینے میں بھیگ گئی تھی۔ ہوا ٹھنڈی لگی۔ اسے ایک دم جھرجھری آ گئی۔ پنکھے کی ہوا کھاتے پانچ منٹ بھی نہ ہوئے تھے کہ بجلی چلی گئی۔ بیڈ پر سوتی ہوئی بریرہ پہلے کسمسائی، آنکھیں کھولیں پھر گلا پھاڑ کر چلانے لگی۔

برابر میں سوئی ہوئی بھابھی کی بھی آنکھ کھل گئی۔ پنکھا بند، بلا کی گرمی اور حبس، ڈیڑھ سالہ بچی کا زور زور سے رونا۔ پھر اپنی طبیعت خراب۔ چار بیٹیوں کے بعد۔ ایک بار پھر بیٹے کی امید میں ساتواں مہینہ تھا۔ وہ اٹھ بیٹھیں۔

پنکھے کے نیچے کھڑی بشریٰ اب وہیں فرش پر بیٹھ گئی تھی۔ صاف ستھرا سادہ فرش، ٹھنڈا ٹھنڈا اچھا لگ رہا تھا۔

"آؤ بریرہ، چیز دوں آپ کو" بشریٰ نے دراز کھول کر بسکٹ کا نیا پیک نکالا اور کھولنے لگی۔

بریرہ اٹھ کر نیچے آ گئی۔

"یہ لو۔" بشریٰ نے اس کے ہاتھ میں بسکٹ پکڑایا۔

"کپڑے دھل گئے؟" بھابھی نے بکھرے ہوئے بالوں کا جوڑا بناتے ہوئے استفسار کیا۔

"جی، دال بھی پک گئی ہے اور چاول بھی۔"

اتنے میں گیٹ کھلنے کی آواز آئی ساتھ میں تینوں بچیاں، دادا کے ہمراہ اندر آ گئیں۔ بشریٰ اٹھ کھڑی ہوئی۔ جب تک بچوں نے کپڑے

بدلے۔ ہاتھ منہ دھوئے۔ اس نے دسترخوان لگا دیا۔ مختصر سا دسترخوان۔ سادہ سا پکوان۔ بچیوں کو تھوڑے تھوڑے دال چاول پلیٹوں میں نکال کر دیئے۔ ابو کو روٹی ڈال دی۔

"تھوڑی چٹنی بنا لیتیں۔" بھابھی کو دال چاول پھیکے پھیکے لگ رہے تھے۔

"چٹنی کا سامان پورا نہیں تھا۔" بشریٰ کی آواز دھیمی تھی۔

"ہوں۔" ابو نے ہنکارا بھرا۔ مگر بولے کچھ نہیں۔ دسترخوان سمیٹ کر آرام کے لیے لیٹ گئی۔ مگر بچوں کے شور شرابے میں نیند کہاں آتی تھی۔ ذرا آنکھ لگتی اور اودھم بازی میں فوراً کھل جاتی۔ ابھی آنکھ بچولی میں ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ سفیان آ گیا۔ جینز، شرٹ میں ملبوس ہاتھ میں موبائل، کانوں میں ہینڈز فری لگے ہوئے چہرے پہ بے فکری اور لاپروائی۔

"کیا پکایا ہے؟" ہاتھ منہ دھو کر معمول کا سوال اور جواب سن کر ہمیشہ کی طرح کا ردعمل۔

"کبھی گوشت بھی پکا لیا کرو۔ جب دیکھو دال سبزی، دال سبزی۔"

مزاج تو پہلے بھی کوئی زیادہ خوش گوار نہیں ہوتا تھا اس کا اور دال سبزی کا سن کر وہ کبھی بھنا جاتا۔ کبھی بالکل ہی آپے سے باہر ہو جاتا۔

"دال کیا سستی پکتی ہے؟ کبھی لے کر آؤ تو پتا چلے۔" بھابھی نے اس کی طبیعت صاف کی۔ وہ بشریٰ کی طرح نہیں تھیں کہ کڑوی کسیلی سن کر چپ چاپ بھائی کے نخرے برداشت کر لیتیں۔

"کیوں، کما کر نہیں لاتا کیا؟ جو کماتا ہوں، گھر میں دیتا ہوں مگر مجال ہے جو کبھی ڈھنگ کی ہنڈیا پکی ہو اس گھر میں۔" سفیان کا مزاج زیادہ تر سوا نیزے پر ہی رہتا تھا۔

"او، شہزادے، زیادہ گرمی نہ دکھا۔ جو چیز حلق سے نیچے اترے۔ بازار سے خرید کر کھا یا بہن کو لا دے۔ پکا دے گی۔ اپنی چند ہزار روپلی کا طعنہ مت دیا کر۔"

کمرے میں آرام کی غرض سے لیٹے ہوئے ابو

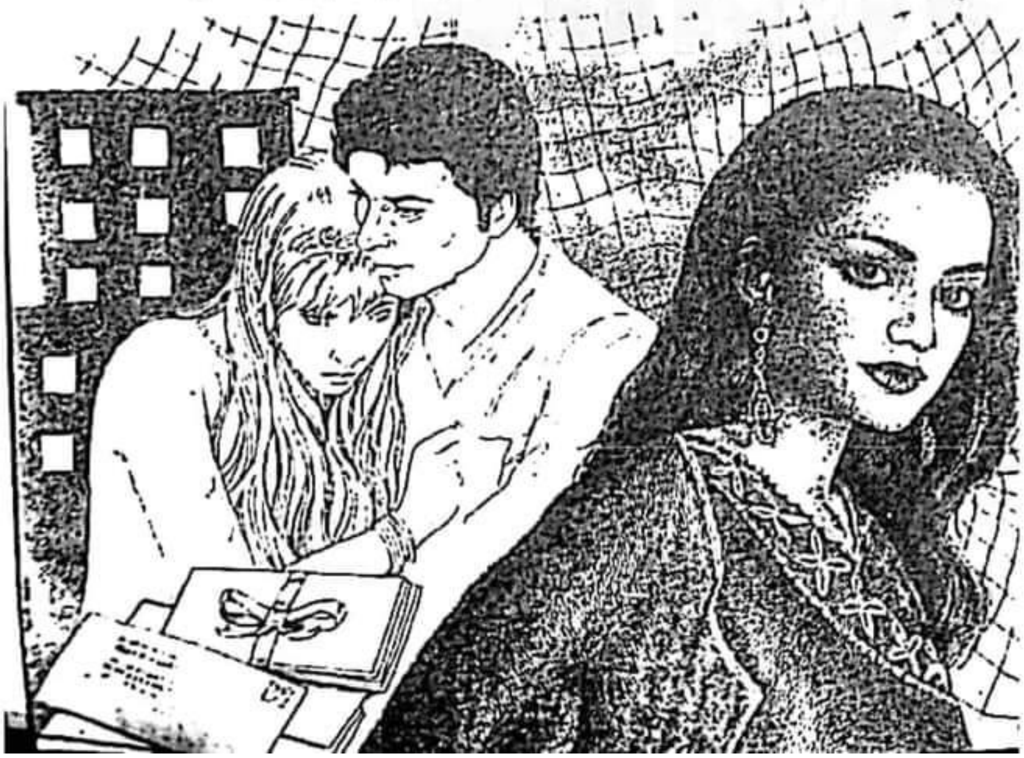

نے وہیں سے بیٹے کو لتاڑا۔ وہ باپ تھے، گرم مزاجی کے معاملے میں بیٹا سیر تھا تو وہ سوا سیر۔

سفیان کو علم نہیں تھا کہ وہ اندر موجود ہیں۔ باپ کی آواز سن کر وہ چوٹانوں کے لیے خاموش ہو گیا مگر بشریٰ نے جب کھانا گرم کر کے سامنے رکھا تو وہ آخری نوالے اور پانی کے آخری گھونٹ تک بڑبڑاتا ہی رہا۔

شام میں بشریٰ نے نہا کر لان کا جوڑا پہنا جو پرانا ہی تھا، کئی بار کا دھلا ہوا۔ کس حد تک گھسا ہوا اس لیے آرام دہ تھا۔ بالوں میں نمی تھی۔ انہیں کنگھا کر کے یونہی چھوڑ دیا۔

ابو اور سفیان دونوں باہر نکلے ہوئے تھے۔ بھابھی حسب معمول کمرے میں لیٹی آرام میں مشغول تھیں۔ ڈاکٹر نے تو بیڈ ریسٹ نہیں بتایا تھا مگر انہوں نے از خود اسے اپنے آپ پر لاگو کر لیا تھا۔ بشریٰ ابھی سیکنڈ ایئر میں تھی۔ کم عمر تھی مگر گھر سنبھال لیا تھا۔

آٹھویں جماعت میں تھی جب ماں کا انتقال ہوا۔ تب سے گھر داری میں الجھتے الجھتے اس بکھیڑے سے نمٹنا سیکھ گئی تھی۔ بھائی بھابھی کی شادی کو آٹھواں سال تھا اور بیٹے کی تمنا میں چار بیٹیاں پیدا کر کے اب پانچویں بار اس امتحان سے گزر رہی تھیں۔ شوہر اور سسر کی موجودگی میں مارے باندھے کوئی کام کر لیا تو کر لیا ورنہ بشریٰ کے سر اور کاندھے اس ذمے داری کے لیے موجود تھے۔

☆☆☆

اس وقت بھی وہ بچوں کو سمیٹ کر ان کا ہوم ورک کروا رہی تھی۔ جبھی تمنا مسکان اپنے ماموں کے ہمراہ آ گئی۔

"یہ لو بھئی، اپنی اسٹوڈنٹ کو سنبھالو۔ نوفل کا وجود ہی نہیں۔" فقط آواز بھی بشریٰ کے لیے آمد بہار تھی۔

"آؤ۔" مسکان کو اپنے پاس بٹھاتے ہوئے وہ مسکرا دی۔ جواباً نوفل کی مسکراہٹ ذرا سر جھائی ہوئی سی تھی۔

"سب خیریت ہے؟"

"ابا اور خالو کی پھر لڑائی ہو گئی۔" نوفل نے کسی قسم کی تمہید میں وقت ضائع نہیں کیا۔

"کس بات پر؟" بشریٰ کا چہرہ بھی پھیکا پڑ گیا۔

"ان کے جھگڑے کا کیا ہے۔ کسی بھی بات پر شروع ہو جاتا ہے۔"

"اب کیا ہو گا؟"

بشریٰ کی سوالیہ نگاہیں اس کی جانب اٹھیں مسائل کے گھپ اندھیرے میں ایک وہی تھا جو بشریٰ کے لیے امید کی کرن تھا۔ اس کی ذات وہ روشن مینارہ تھی جو مسافروں کو راستے کی رہنمائی کرتا ہے۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ کبھی وہ بھی بے بس ہو جاتا تھا۔

بشریٰ کی خوش گمانیوں پر پورا اترنے کی کوشش میں کبھی ناکام بھی ہو جاتا تھا۔ اس وقت اس کی نگاہوں میں وہی بے بسی اور ناکامی جھلک رہی تھی۔

بشریٰ آٹھویں جماعت میں تھی جب ماں کا انتقال ہوا۔

دکھ، صدمہ، لاچاری، بے کسی، بے چارگی، بہت چھوٹی عمر میں وہ ان کیفیات سے گزری جن سے نمٹنے کے لیے مضبوط حوصلوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ باپ نے سر پہ ہاتھ رکھ دیا۔ بڑی بہن اور بھائیوں نے تسلی اور دلاسے کے کلمات بول کر اپنی ذمے داری اور فرائض نبھا دیے۔ بھابھی بہت زیادہ بری نہیں تھیں۔ بس ذرا لاپروا، بے نیازی تھیں۔ ان کے اپنے معاملات و مسائل تھے جن سے نمٹنے کے لیے تھوڑی سی خود غرضی جائز سمجھتی تھیں۔

بڑی خالہ نے دست شفقت یوں سر پر رکھا کہ بشریٰ کو اپنے بیٹے نوفل سے منسوب کر دیا۔ اس وقت کے حالات میں، سب کچھ خوش اسلوبی سے طے ہو گیا، مگر وہ جو دو ہم زلف تھے۔ بشریٰ کے والد اور نوفل کے والد، ان کی چشمک اور چپقلش آپس میں چلتی رہتی تھی۔ دونوں کو جھگڑا کرنے کے لیے زیادہ تردد نہیں کرنا پڑتا تھا۔

کسی بھی وقت کسی بھی بات پر تکرار اور بحث ہو جاتی جو بڑھتے بڑھتے ناخوش گوار لڑائی کی صورت میں اختتام پذیر ہوتی۔ اب بھی یہی ہوا۔ کسی بھی بات پہ پہلے بحث پھر تکرار اور انجام کار تھی۔

نوفل کی نوکری لگ گئی تھی خالہ کو شادی کی فکر

ہونے لگی تھی۔ مگر جب بھی شوہر کے سامنے اس بات کا تذکرہ ہوتا۔ وہ بھی ہاں میں ہاں ملا دیتے "بچی تو اچھی ہے" کہہ کر حامی بھر لیتے مگر جب باقاعدہ اور باضابطہ طور پر عملی قدم اٹھانے کا وقت آتا تو ہم زلف میں درجنوں برائیاں اور خامیاں نکال کر وہ پیچھے ہٹ جاتے۔

"ان دونوں مردوں کی ہٹ دھرمی نے بچوں کی زندگی عذاب کر دی ہے۔" خالہ بڑبڑاتیں، جلتی کلستی رہتیں مگر شوہر کے سامنے بہت زیادہ بولنے کی مجال نہ تھی۔ گھر کے معاملات میں حتمی اور آخری فیصلہ ان ہی کا ہوتا۔ پھر بیٹے کی شادی کا معاملہ تھا۔ شوہر کی اعانت موجودگی اور رضامندی کے بغیر یہ ممکن نہیں تھا۔ وہ خود تو پریشان تھیں ہی، مگر نوفل اور بشریٰ کی فکرمندی ان سے سوا تھی۔

دونوں اپنے بڑوں کے مزاج، عادات، خصلتوں اور طبیعتوں سے خوب اچھی طرح واقف تھے۔ بے بسی سی کوئی بے بسی تھی دل کے تار ایک دوسرے سے بندھے تھے۔

اور خود ایک تنے ہوئے رسے پہ دونوں چل رہے تھے۔ کچھ نہیں معلوم تھا کہ دھڑام سے نیچے گریں گے یا پار ہو جائیں گے۔

ایک ایک قدم اٹھاتے، ڈگمگاتے۔ ایک دوسرے کو حوصلہ دیتے مگر غیر یقینی کے مہیب سائے ڈرا دینے والے تھے۔ بشریٰ اپنے اندر کے خوف کی پرچھائیوں سے بہت ڈری ہوئی تھی۔

خالہ پچھلے ہفتے آئی تھیں۔ بھابھی سے کہہ کر گئی تھیں کہ بس اب خالو کے ہمراہ آئیں گی اور شادی کی تاریخ طے کر کے جائیں گی۔ مگر وہ دن آنے سے پہلے ہی جھگڑے کی نوبت آ گئی۔

"اب کیا ہوگا؟" بشریٰ کو یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ اس کے چہرے پہ صاف صاف لکھا ہوا تھا جو نوفل نے خود پڑھ لیا۔

"اللہ خیر کرے گا، اللہ پہ بھروسا رکھو۔"

"اللہ تو خیر ہی کرتا ہے مگر اس کے بندے خیر کرنے میں کنجوس ہیں۔" بشریٰ نے یاسیت سے کہا۔

"آنی، میں کیا کروں؟" مسکان منتظر تھی کہ مجھے کام بتا کر جائیں۔

"دعا، تم سب بچے مل کر دعا کرو۔" نوفل نے دھیمی مسکراہٹ کے ساتھ صلاح دی۔

"کیا دعا کریں؟" معصومیت کے ساتھ سوال ہوا۔

"اللہ ہمارے بڑوں کو ہدایت دے۔"

"کیسے ہو نوفل" بھابھی کمرے سے نکل کر آ گئیں۔

"السلام علیکم!" اس نے ان کی خیر خیریت دریافت کی۔

"ذرا ایک کام تو کر دو۔" وہ بے تکلفی سے گویا ہوئیں۔

"جی ضرور۔" "پانی لا دو۔"

"میں ابھی گھر سے بھر کے لا رہا ہوں۔" نوفل نے یقین دہانی کرائی۔ اس کا گھر بھی اسی گلی میں تھا۔

بھابھی نوفل اور بشریٰ کی ماموں زاد بہن تھیں نوفل آج بھی انہیں آپا ہی پکارتا تھا۔ اور آتے جاتے ان کے اور گھر کے کئی کام کر دیتا تھا۔ جس کے لیے سفیان نخرے دکھاتا تھا یا گھر سے غائب ہو جاتا تھا۔

گھر میں آئے دن کام نکلتے رہتے تھے۔ کبھی بجلی کا کام، کبھی پلمبری کا کام، پانی بجلی گیس، تینوں کے بل تو پابندی سے آتے تھے مگر تینوں سہولیات اتنی ہی نایاب تھیں۔ لوڈ شیڈنگ کے لیے جنریٹر، یو پی ایس، سولر اور کتنے ہی جتن کرنے پڑتے تھے۔

پانی کے لیے بورنگ کروائی تھی۔ کئی سال بعد اب وہ بھی بیٹھ گئی تھی اور ایک نیا خرچا سر پر تھا۔ گیس کو بھی پر لگ گئے تھے۔ غیر حاضری میں وہ بھی بجلی اور پانی کی قطار میں کھڑی ہو گئی تھی۔ ملک کی اکثر آبادی جن مسائل میں گرفتار تھی۔

یہ گھرانہ بھی اسی طرح کی مشکلات سے نبرد آزما تھا۔ مہنگائی نے راشن بندی ایسی کی تھی کہ اوروں کی طرح یہ لوگ بھی بلبلا اٹھے تھے، چند برس پہلے کھانا پینا، پہننا اوڑھنا رہن سہن آج کے مقابلے میں بہت بہتر تھا۔

سفیان ان بدلتے حالات کو قبول نہ کر پایا تھا۔ مزاج میں تیزی پہلے بھی تھی، کچھ اب مزید چڑچڑا اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بدمزاج ہوگیا تھا۔ زبان اور مزاج کے معاملے میں اس کا اور ابو کا کانٹے کا مقابلہ رہتا تھا۔ بشریٰ خاموش رہ کر مسائل اور مشکلات اپنے اندر جذب کر لیتی تھی۔

بھابھی کی پالیسی ذرا الگ تھی۔ بشریٰ میں مروت تھی، سادگی تھی وہ اس سے کام کروالیتی تھیں۔ پیار محبت سے بھی اور اپنی طبیعت کی خرابی کا بہانہ بنا کر بھی زبان اور نخرے زیادہ برداشت نہیں کرتی تھیں، تاڑ دیتی تھیں۔ سسر صاحب کے سامنے بھیگی بلی بن جاتی تھیں اور شوہر کے ساتھ ان کا رویہ مجازی خدا کے موڈ کے مطابق تھا۔ اگر نعمان کا مزاج برہم ہوتا تو گھنی میسنی بن جاتیں، اگر خوش گوار ہوتا تو سفیان اور شادی شدہ بڑی نند کی جی بھر کے برائیاں ہوتیں، جنہیں نعمان سنتا اور کان لپیٹ لیتا۔

زندگی اور گھر کی گاڑی گھسٹ گھسٹ رہی تھی۔

نوفل کے جانے کے بعد بشریٰ نے بے دلی سے بچوں کا ہوم ورک مکمل کروایا۔

رات آئی تو اس کے اندھیروں میں وہ تاریکیاں بھی شامل ہوگئیں جن کا سامنا تھا۔

سفیان اور ابو سونے کے لیے چھت پر چلے گئے تھے۔ وہ چکنک بچھا کر پیڈسٹل فین اٹھا کر زرا سکون کی نیند آجاتی، نیچے گرمی حبس، اعلانیہ وغیر اعلانیہ لوڈ شیڈنگ رہی سہی کسر مچھروں نے پوری کردی تھی۔

نچلے کمرے میں بشریٰ کا بسیرا تھا۔ سادہ سے فرش پر اچھی طرح پوچا لگا کر اس نے چٹائی بچھائی۔ اور لیٹ گئی دو بچیاں اس کے ساتھ سوتی تھیں۔ ان کا ہلکا پھلکا بستر بھی چٹائی کے برابر میں لگایا ہوا تھا۔

”پھپھو! کہانی سنائیں۔“ نویرہ نے فرمائش کی۔ روزانہ کہانی سنے بغیر نیند نہیں آتی تھی۔

”پری والی۔“

”بھوت والی۔“ ذنیرا نے فرمائش کی۔

”بھوت والی نہیں، مجھے ڈر لگتا ہے۔“ نویرہ نے انکار کیا۔

”خرگوش اور گلہری والی؟“ بشریٰ نے مصالحت کی درمیانی راہ نکالی۔

”ٹھیک ہے۔“ دونوں راضی ہوگئیں۔

”کہانی اختتام کو بھی نہ پہنچی کہ دونوں سو گئیں۔

بچپن کی معصومیت اور بے خبری کتنی بڑی نعمت ہے۔ بشریٰ نے دونوں کے بھولے بھالے چہرے دیکھے۔

آٹھویں جماعت تک وہ بھی الگ سی تھی۔ الھڑ، لاپرواہ، تھوڑی سادہ، کچھ معصوم، گھر میں سب سے چھوٹی تھی۔ سو چھوٹی ہی بنی رہتی۔ ماں اس کے لاڈ اٹھاتی تھی۔ باپ نخرے سہار لیتے تھے۔ چھوٹی موٹی فرمائشیں بھی پوری ہوجاتی تھیں اور اس نے کون سی بہت بڑی بڑی تمنائیں پالی ہوئی تھیں بس چھوٹی چھوٹی بے ضرر، سستی سی خواہشات تھیں، کبھی کبھار نیا جوڑا، جوتیاں، جیولری، برگر، چاٹ، حلیم، گلاب جامن اور بالوشاہی، فالودہ اور آئس کریم۔

کچھ سہیلیوں اور کزنز کے پاس موبائل دیکھ کر اس کا بھی شوق ہوا تھا۔

”امی! مجھے موبائل دلوا دیں۔“ بے شک سستا سا ہی بٹنوں والا ہو۔ بس موبائل ہو۔ اس کی فرمائش میں بھی مزاج کی سادگی اور قناعت جھلک رہی تھی۔

”تھوڑی بڑی تو ہو جاؤ پہلے۔“ ماں مسکرائیں۔

”اتنی بڑی تو ہوں، چودھویں سالگرہ ہے دو ماہ بعد۔“ بشریٰ نے فخر سے ماں کو آگاہ کیا۔

”میٹرک کرلو، پھر دلا دوں گی۔“ انہوں نے وعدہ کیا اور سالگرہ کے ایک ماہ بعد وہ چل بسیں۔

بشریٰ یکدم ہی بڑی ہوگئی تھی۔ ماؤں کی زندگی میں بیٹیاں (چاہے خود بھی ماں ہوں) کھلنڈری اور لاپرواہی ہوتی ہیں۔ ان کے بعد بیٹیاں سمجھدار ہوجاتی ہیں چاہے کم سن ہی کیوں نہ ہوں۔

بشریٰ سمجھ دار ہوگئی تھی اس کی آرزوئیں، فرمائشیں، کبھی کبھی کی ضدیں اور نخرے، ماں کے ساتھ ہی دفن ہوگئے۔

محبت اور شفقت کا جو سائبان اس پہ تنا ہوا تھا۔ اس میں بہت بڑا چھید ہوگیا تھا۔ اس سوراخ سے وہ سارے حقائق، مسائل اور مشکلات نگاہوں کے سامنے آگئے جو اس سے پہلے نظروں سے اوجھل تھے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بشریٰ نے کروٹ لی۔ سیدھے ہاتھ کی ہتھیلی، رخسار کے نیچے تھی۔ سوچ کا پرندہ اونچی نیچی پرواز کررہا تھا۔

ایسا نہیں تھا کہ سب کچھ برا ہی برا تھا۔ اندھیرا ہی اندھیرا تھا۔ تاریکی میں کہیں کہیں روشن چراغ بھی تھے۔

ابو مہربان تھے۔ کم زیادہ، گزارے لائق جیب خرچ اسے مل جاتا تھا۔ ضروریات زندگی جیسے تیسے پوری ہوجاتی تھیں۔ باہر سے بھی کبھی کھانے کی من پسند چیزیں بھی آجاتیں، جب بھی ان کی جیب بھاری ہوتی، گھر میں باہر کی بریانی، کول کپ، گنے کا رس یا سموسے پکوڑے، وہ کچھ بھی لے آتے۔

نعمان بھائی بے چارے اچھے تھے مگر مجبور تھے۔ گارمنٹ فیکٹری میں ملازم تھے۔ بڑھتی ہوئی مہنگائی اور بڑھتی ہوئی فیملی نے ان کی بھی مت ماردی تھی۔ پہلے بھی سو، پچاس روپے، بہن کے ہاتھ پہ رکھ دیتے تھے اب وہ بھی گول ہوگئے۔ تنخواہ کی چھوٹی سی چادر مہنگائی واخراجات کا مقابلہ کرنے کے لیے ناکافی تھی۔ بیوی بچوں کی قطار میں، بہن سب سے پیچھے کھڑی تھی۔ اور وہ سب کے اخراجات پورے کرنے میں ہی ادھ موئے ہوئے جارہے تھے۔

سفیان بہن سے پانچ سال ہی بڑا تھا۔ لاپرواہ، لاابالی، غیر ذمہ دار اور غصیلا، اس کی نمایاں خصوصیات تھیں۔

اس کے شب وروز گھر سے زیادہ، گھر سے باہر گزرتے تھے، جتنے گھنٹے کام کرتا تھا۔ اس سے زیادہ وقت دوستوں کے ساتھ گزارتا تھا۔ گھر وہ صرف سونے کے لیے آتا تھا یا کھانے کے لیے۔ اس پر بھی بھابھی اور باپ سے چخ چخ رہتی تھی۔ جنریٹر کا کام سیکھا ہوا تھا۔ ہاتھ میں ہنر تھا اگر اس ہنر کو محنت اور مستقل مزاجی کے ساتھ جوڑ لیتا تو اچھی خاصی آمدنی ہوجاتی مگر وہ کچھ اور ہی چکروں میں پڑا ہوا تھا۔ کمانے سے زیادہ دیگر معاملات میں دلچسپی تھی۔

کبھی مہربان ہوتا تو بشریٰ اور بچوں کے ہاتھ پہ بیس تیس روپے رکھ دیتا۔

بشریٰ نے کروٹ بدلی تو نوفل کا دھیان آیا۔ من میں مسکراہٹ کا پھول کھل اٹھا۔

نوعمری کی محبت۔ پہلا پیار، دل کے تاروں کو چھیڑنے والا پہلا ساز۔

وہ سفیان کا ہم عمر تھا۔ مگر اس سے مختلف تھا۔ ذمہ دار اور احساس کرنے والا۔ مہربان۔

فلموں، ڈراموں اور کہانیوں کے ہیرو کی طرح بہت ہینڈسم نہیں تھا مگر اچھا تھا۔ اچھا لگتا تھا۔

اپنائیت سے بات کرتا تو دل میں اتر جاتا تھا۔ بے ساختہ مسکراتا تو دل پہ قبضہ کرلیتا۔

وہ اور بشریٰ دونوں ایک دوسرے کو سوچتے ہوئے بڑے ہوئے تھے۔ دونوں نے ایک دوسرے سے بھی لمبے چوڑے ڈائیلاگ نہیں بولے تھے۔ بہت سارے وعدے نہیں کیے تھے۔ زندگی بھر ساتھ نبھانے کے اور دکھ سکھ میں شریک رہنے کے دعوے نہیں کیے تھے مگر ایک ان کہی سی تھی جو دونوں سمجھتے تھے۔

وہ آتا تو بشریٰ کھل اٹھتی تھی اور نوفل کا دل چاہتا تھا کہ دن میں ایک بار نہیں کئی بار اس گھر کے چکر لگائے جہاں ایک من موہنا وجود اس کا منتظر رہتا ہے۔ جس کی آنکھوں میں اسے دیکھتے ہی جگنو چمکنے لگتے ہیں اور چہرے پہ کلیاں چٹکنے لگتی ہیں جو اس کو دیکھتی اور مسکراتی تھی۔ لیکن شرمیلی مسکان ایک دل نشین مسکان جو اس کی ساری تھکان اتارنے کے لیے کافی تھی۔

بشریٰ نے آنکھیں موند لیں، حقیقت ہو یا خواب وہ اسے ہی دیکھنا چاہتی تھی۔

☆☆☆

فرائی پین کے گرم گھی میں پڑی پیاز براؤن ہوچکی تھی، انہوں نے چمچ سے دال میں بگھار ڈالا اور فوراً ڈھکن ڈھک دیا تاکہ بگھار کی مہک دال میں اچھی طرح بس جائے۔ کٹی ہوئی ہری مرچیں پلیٹ میں تھیں، لہسن اور لیموں کا اچار پیالی میں نکالا۔

"اری نیک بخت! کھانا ملے گا یا خوشبو سے ہی پیٹ بھرلوں؟" شبیر مرزا کی کراری آواز کچن میں ہی نہیں گھر کے تینوں کمروں میں بھی پہنچ گئی تھی۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"بس آرہی ہوں۔" نیک بخت نے ڈش میں دال نکالتے ہوئے جواب دیا۔

"نوفل ابھی تک نہیں آیا؟" دسترخوان پہ بیٹھ کر بشیر مرزا کی متلاشی نگاہوں نے بیٹے کو کھوجا۔

"آج اوور ٹائم ہے نا؟"

"اچھا!"

"اب تو ماشاء اللہ روز اوور ٹائم لگ رہا ہے۔ شادی کے دسیوں اخراجات ہوتے ہیں۔ کچھ تو سہارا یہ بھی ہو جائے گا۔" بیگم نے اس بات کی تمہید باندھی جسے وہ شوہر کے سامنے کرنا چاہتی تھیں۔

"کیا اکیلے اکیلے ہی بیٹے کی شادی کر رہی ہو؟" انہوں نے نوالہ نگلتے ہوئے بیوی کو گھورا۔

"خدانخواستہ، اکیلی کیوں کروں گی شادی، ماشاء اللہ سب ہیں گھر میں، سب ہی شریک ہوں گے۔" انہوں نے چند لمحوں کا توقف کیا۔

"آپ سے بات ہوئی تھی نا کہ تاریخ لینے چلیں گے، شرافت بھائی کے۔"

اور یہی نام لینا غضب ہو گیا۔ شبیر مرزا کی تیوریوں پر اتنے بل آ گئے کہ جیسے پیشانی نہ ہو کر نکل جارجٹ کا ٹکڑا ہو۔

"شرافت بھائی! ہونہہ! بس نام کی شرافت ہی ہے تیرے بہنوئی میں۔ زبان تو پوری بدمعاشوں والی ہے۔" نوالہ چباتے چباتے انہوں نے جیسے شرافت بھائی اور ان کے نام کو بھی چبا لیا۔

ایک ہی محلہ تھا دونوں کا اور شام میں نکڑ والے چائے کے ہوٹل پہ روز کی بیٹھک تھی اور بھی لوگ ہوتے تھے مگر سیاسی، مذہبی، سماجی، معاشی، ہر موضوع پر دونوں کے خیالات ایک دوسرے اتنے ہی الگ تھے جتنے زمین آسمان جیسے انڈیا و پاکستان، اور جب دونوں کا زبانی دنگل شروع ہوتا تو بہت تماش بین تھے جو دونوں کی کرتھو کتے ہوئے بڑھاوا دیتے تھے۔

"آپ دونوں تو یوں لڑتے ہیں جیسے دیورانی، جٹھانی۔"

بیگم نے ہنس کر معاملے کی سنگینی اور ان کے تیوریوں کے بل کم کرنے کی کوشش کی۔

"جب بات کرنا، اوندھی کرنا، میں کوئی عورت ہوں جو دیورانی جٹھانی سے ملا رہی ہو۔" مرزا صاحب اور بھڑک اٹھے۔

"آئے ہائے، لڑتے اور بھڑکتے تو عورتوں کی طرح ہو مثال عورت کی دے دی تو برا مان گئے۔" بیگم کے صبر کا پیمانہ بس چھوٹا سا ہی تھا۔ فوراً چھلک گیا۔

"سکون سے کھانا کھا لوں یا اٹھ جاؤں؟"

"آپ کھا لو کھانا۔ میں ہی اٹھ جاتی ہوں۔" بیگم روٹھ گئیں اور دسترخوان سے ذرا الگ ہو کر ایک طرف بیٹھ گئیں۔

"لے لو، تجھے کیا کہہ دیا میں نے، جو منہ بنا رہی ہے۔ تیرا بہنوئی ہے بس کی گانٹھ، اس میں تو کوئی اچھائی ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی مجھے۔" مرزا ذرا نرم پڑے۔

"ان کی اچھائی برائی سے ہمیں کیا لینا۔ لڑکی دے تو نہیں رہے، لے رہے ہیں۔"

"لڑکی نہیں دے رہے لڑکا تو دے رہے ہیں، اپنا، ایسا خرانٹ سسر ملے گا۔ تمہارا لڑکا تو ویسے بھی اللہ میاں کی گائے ہے۔ پتا نہیں کس پر گیا ہے۔ تھوڑا سا بھی مجھ پر چلا جاتا تو اکیلے ہی اس مسٹنڈے کا مقابلہ کر لیتا۔"

"تو پھر اب کیا کریں۔ شرافت بھائی جیسے بھی ہیں ہم انہیں بدل تو نہیں سکتے۔"

"لڑکی کے باپ کو اتنی اکڑ زیب نہیں دیتی۔" مرزا صاحب نے تلی ہوئی مرچ نوالے کے ساتھ چبائی۔

"اکڑ تو دونوں میں ہی ہے، لڑکی کا باپ ہو یا لڑکے کا باپ۔" بیگم صاحبہ کلس کر خاموش ہو گئیں۔ اب یہ موضوع اس وقت اٹھانا تھا۔ جب مرزا صاحب کا موڈ خوشگوار ہوتا۔

☆☆☆

شام نے اپنے پنکھ پھیلائے تو دن کی وحشت ناک گرمی سے ذرا نجات ملی۔ سورج کی غضب ناک کرنیں ڈھل کر خود کو سمیٹ رہی تھیں۔ ہوا کے جھونکے بھی خوشگوار ہو چلے تھے۔ خصوصاً درختوں کو، پتوں کو چھوتی ہوئی ہوا کسی اچھے دوست کی طرح

مہربان تھی۔

پارک میں بڑے بڑے سایہ دار شجر تھے۔ ان میں سے ہی ایک نیم کا تھا۔ جس کی گھنی چھاؤں کے نیچے پتھر کی بنچ تھی۔ دونوں اس پر بیٹھے تھے۔ لڑکی نے پرعذ عبایا کے ساتھ شوخ انداز کا اسکارف لپیٹا ہوا تھا۔ لڑکا بھی جینز کے ہمراہ ٹی۔ شرٹ میں ملبوس تھا۔ جس پر بڑا بڑا آئی ایم ہیرو لکھا ہوا تھا۔

دونوں نے قریب ہو کر سیلفی لی۔

"تمہارے کیمرے کا رزلٹ بہت اچھا ہے۔" لڑکی اپنی سیلفی دیکھ کر خوش ہو رہی تھی۔ سانولی سے ذرا صاف رنگت گوری لگ رہی تھی۔ چہرے کے نقوش متناسب تھے۔ قد لمبا اور دبلا پتلا سراپا۔ فلٹر لگا کر اس نے مزید سلفیاں لیں اور بہترین رزلٹ دیکھ کر خوش ہونے لگی ہر زاویے سے معائنہ کر کے وہ مطمئن ہو گئی۔

موبائل ہو تو ایسا، دیکھ کر ہی دل خوش ہو جاتا ہے۔" اس کے ہاتھ میں موبائل اور آنکھوں میں حسرت تھی۔

"اپنا ہی سمجھو یار تم لے لو۔" ہمراہی نے سخاوت دکھائی۔

"تمہارے کہہ دینے سے میرا تھوڑی ہو جائے گا۔"

"کہہ نہیں رہا، دے رہا ہوں، رکھ لو۔"

"کہاں چھپاؤں گی؟ تینوں بھاوجیں بڑی چڑال ہیں کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو اپنے اپنے میاؤں کو بھڑکا کے مجھ پہ چھوڑ دیں گی۔"

منال نے منہ بنایا۔ ایک بار پھر حسرت سے موبائل کو دیکھا اور سفیان کی گود میں ڈال دیا۔

"دل چھوٹا نہ کر، شادی پہ گفٹ کر دوں گا۔"

سفیان نے دلاسہ دیا۔

پرندے اپنے اپنے ٹھکانوں کی طرف محو پرواز تھے۔ چڑیوں نے درختوں پر شور مچایا ہوا تھا۔

"تم اپنے ابا سے کب بات کرو گے؟"

"آج کل تو موڈ بڑا خراب چل رہا ہے ان کا دو چار دن میں ٹھیک ہو جائیں گے۔ پھر کرتا ہوں بات جب تک کچھ رقم بھی ان کے ہاتھ پہ رکھ دوں گا۔ خوش ہو جائیں گے۔"

"جو کرنا ہے جلدی کرو، بھابیوں کے طعنے سن سن کر میں تو پک گئی ہوں۔" منال کے لہجے میں بڑی کڑواہٹ تھی۔

"چھوڑ یار! اپنا موڈ خراب نہ کر، آئس کریم کھائے گی؟"

"گول گپے بھی۔" وہ جلدی سے بولی۔

"چل شہزادی، گول گپے بھی کھلاتے ہیں تجھے اور آئس کریم بھی۔" سفیان اٹھ کھڑا ہوا۔

☆☆☆

گھر میں ایک شور شرابا ہنگامہ بپا تھا۔ آپا میکے آئی ہوئی تھیں۔ تیرہ برس کے بیٹے سے لے کر دو سال کے بیٹے تک مختلف عمروں کے چھ بچوں نے اودھم مچایا ہوا تھا۔

"کم بختوں! آرام سے بیٹھ جاؤ۔ نانا پٹائی لگائیں گے۔" آپا نے اپنے بچوں کو ڈرانے یا دھمکانے کی کوشش کی مگر بچے عادی تھے۔ ماں کی ڈانٹ ایک کان سے سن کر دوسرے سے نکالتے کے وہ بدستور اپنی کارروائیوں میں مشغول تھے۔

"بچیاں کب آئیں گی اسکول سے؟" آپا نے سوال کیا۔

"بس پندرہ منٹ ہیں۔" بشریٰ طاہری بنانے کے لیے آلو چھیل رہی تھی۔

"سفیان کا کام کیسا چل رہا ہے؟" آپا نے پانچ منٹ کے اندر کوئی تیسری بار اپنے بال سمیٹ کر کیچر لگایا مگر گرمی وہی تھی جو تھی، اور وہ ہیں تھی، کہ جہاں تھی۔

"ٹھیک چل رہا ہے۔" بشریٰ نے آلو دھو کر مسالے میں ڈالے اور بھوننے لگی۔

"پیسے ویسے دیتا ہے گھر میں؟"

"ابا کو دیتے ہیں۔"

اتنے میں چھوٹی بریرہ ہاتھ میں فیڈر لیے آ گئی۔ بشریٰ نے فیڈر لے لیا۔ آپا نے لپک کر اسے گود میں اٹھایا اور اس کے پھولے پھولے گالوں پہ پیار کرنے لگیں۔

"اللہ، ایک بچی ہمیں بھی دے دے۔" آپا کو بیٹی کی بہت چاہ تھی یکے بعد دیگرے چھ بیٹے ہو چکے تھے۔

"اور سنائیں آپا! کیا حال احوال ہیں۔" بھابھی اپنے بے ڈول سراپے کو سنبھالتے ہوئے نیچے بیٹھ گئیں۔

ان دونوں نند بھاوج کا معاملہ بھی عجیب تھا۔ آپا کو بیٹی کی شدید تمنا تھی۔ اسی خواہش میں چھ بیٹے ہو گئے۔ شوہر صاحب پھولے نہیں سماتے تھے۔ ان کے خیال میں چھ بیٹے مزید بھی ہو جائیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اور بھاوج ہر بار بیٹے کی دعا اور آرزو کرتے ہوئے امتحان دے رہی تھیں اس بار بھی اولاد نرینہ کے لیے ان کے وظائف اور دعائیں عروج پر تھیں۔

بشریٰ نے مسالہ بھون کر پانی ناپ کر ڈالا۔ اور چاول بھگوئے چٹنی پیسی، سلاد بنایا چاول دم پہ رکھے تو بچیاں بھی اسکول سے آ گئی تھیں۔

دسترخوان لگا رہی تھی تو سفیان گھر آ گیا۔

"آپا، آپا آئی ہیں۔ بڑے دنوں میں چکر لگایا؟" اس نے سب سے چھوٹے بھانجے کو گود میں لے کر ہوا میں اچھالا۔

"میں تو پھر بھی آ جاتی ہوں۔ تجھے تو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کوئی بڑی بہن بھی ہے، کبھی کبھار تو انسان چکر لگا ہی لیتا ہے۔"

"کیا کروں آپا، کام سے فرصت ہی نہیں ملتی۔" وہ کھسیانا ہو کر صفائی پیش کرنے لگا۔

"کام صحیح چل رہا ہے تیرا؟" اپنے تھلتھلاتے سراپے پر دوپٹہ سنبھالتی ہوئی وہ ذرا دھیمی پڑیں۔

"فسٹ کلاس، حارث بھائی کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں..... رات میں آئیں گے ہمیں لینے۔"

"چکن لا دوں گا، کڑھائی بنوا لینا، تم شوق سے کھاتی ہو نا۔" سفیان بڑا مہربان ہو رہا تھا۔ وہ چونک پڑیں۔

"خیریت تو ہے کوئی کام نکلوانا ہے کیا؟" آپا نے یونہی ہنس کر مذاق کیا اور سفیان کی کھسیاہٹ اور بڑھ گئی۔

"توبہ آپا، بھائی کی محبت پر شک کر رہی ہو؟"

"بھائی اپنی محبت کم ہی دکھاتا ہے، شک تو ہو گا۔"

سفیان ہنستا ہوا ہاتھ منہ دھونے چلا گیا۔

بشریٰ دسترخوان لگا رہی تھی۔

"شکر ہے لیموں کا اچار ہے گھر میں، میرا بڑا دل چاہ رہا تھا کھانے کو۔" آپا نے اچار کی کٹوری سے لیموں اٹھایا اور کھانے لگیں۔

"خیریت تو ہے آپا؟ کوئی گڈ نیوز ہے کیا؟" بھابھی چونک گئیں۔

"آئے ہائے، توبہ کرو۔ اس آدمی ور جن فوج نے ہی ناک کا ناچ نچایا ہوا ہے۔ یہ تو بس یونہی۔" آپا نے فوراً کانوں کو ہاتھ لگائے۔

رات تک گھر میں ایک ہنگامہ اور شور برپا رہا۔

"توبہ ہے شانو بہت ہی اودھم مچاتے ہیں یہ لونڈے، تیری ساس کیسے جھیلتی ہے ان کا شور شرابا۔" ابا بھی بچوں کو ڈانٹ ڈانٹ کر تنگ آ گئے تھے۔

"میری ساس کو برا نہیں لگتا یہ شور شرابا، تو دیکھ دیکھ کر خوش ہوتی رہتی ہیں۔ چھ پوتے، چھ تمغے۔" آپا ہنس پڑیں۔

"خالہ نے چکر لگایا؟ تاریخ لینے کب آئیں گی؟"

"تیرا خالو آنے دے تو آئے گی بہت ہی لیچڑ قسم کا انسان ہے، تیری خالہ کی وجہ سے بیٹی دے رہا ہوں ورنہ تو ایسے شخص کو اپنا بخار بھی نہ دوں۔"

"پھر کوئی بات ہوئی خالو کے ساتھ؟" آپا نے ایک گہری سانس لی۔

"اس کی تو شروع سے یہی فطرت ہے لڑاکا، جھگڑالو۔"

ابا، ان سب باتوں سے آگے بڑھیں، جو کرنے والے کام ہیں وہ کریں، مہنگائی کا حال آپ دیکھ رہے ہیں، آگے جانے کیا حالات ہوں۔ بشریٰ کے فرض سے ادا ہوں پھر سفیان کی بھی کرنی ہے۔"

"ہاں...... دیکھتے ہیں۔" ابا نے بیٹی کی سنجیدہ

باتوں کو" ہوا میں اڑا دیا۔

رات کے کھانے کے بعد سفیان سب کے لیے آئس کریم لے آیا۔

"بل بھرنے کے لیے تو تیری جیب خالی تھی آج بڑی گڈی نکل رہی ہے نوٹوں کی۔" ابا بغیر کسی لحاظ کے سب کے سامنے بولنے کے عادی تھے۔

آج ہی "تو دہاڑی ملی ہے۔" سفیان کھسیانا ہو گیا۔

☆☆☆

رات میں آپا کے جانے سے پہلے اس نے، آپا سے بات کی تو بھائی کی سخاوت کا راز ان پر عیاں ہوا۔"

"کون لڑکی ہے تجھے کہاں مل گئی؟"

"آم کھاؤ آپا پیڑ مت گنو، گھر لے چلوں گا، سب سے ملوا دوں گا، تم ابا کو راضی کر لو بس۔" سفیان نے لجاجت سے درخواست کی۔

"اب اس جلدی جلدی میں کیا بات کروں؟" وہ گڑبڑا گئیں۔

"بس جانے سے پہلے ابا کے کانوں میں بات ڈال دو۔"

اور ابا کی سماعتوں تک کا معاملہ پہنچا تو وہ اچھل پڑے۔

"باؤلا ہو گیا ہے یہ لڑکا، گھر میں بیٹھی بہن نہیں نظر آ رہی، اس کا بندوبست پورا نہیں ہے، فرنیچر ہے، کھانا ہے بڑے بڑے خرچے کہاں سے ہوں گے؟ لڑکی کی شادی کیا حلوہ ہے، منہ میں رکھا اور نگل لیا۔ اے جان نکل جاتی ہے باپ بھائیوں کی، ڈھنگ سے کچھ دیتا نہیں گھر پر جو کماتا ہے اپنی مرضی سے اڑاتا ہے، شادی کر دوں؟ اس کی میاں خزانہ چھوڑ گئی ہے۔"

ابا جو بولنا شروع ہوئے تو ٹھیک ٹھاک سنا کر ہی چپ ہوئے۔ مگر اب سفیان کہاں خاموش رہنے والا تھا۔ باپ کی طرح بولنے میں وہ بھی ماہر تھا۔

"میں نے کیا انوکھی بات کر دی ہے؟ مہنگائی کا دور ہے، الگ الگ شادیاں کرنے میں زیادہ خرچا ہوگا۔ دونوں کی ایک ساتھ ہو جائے تو بچت ہو جائے گی۔ میرے ولیمے میں بشریٰ کی بارات نمٹ جائے گی۔"

"رکھے گا کہاں؟ اپنے سر پہ یا میرے سر پر؟"

"اوپر کمرہ بنا لوں گا۔"

"اتنی رقم ہے تیرے پاس؟"

"بندوبست کر لوں گا۔"

"تو پھر پہلے بہن کے فرنیچر کا بندوبست کر لے، رقم دے دے میرے ہاتھ میں، تیرا بھی ساتھ میں کر دوں گا۔"

"ولیمہ کر تو رہا ہوں، بارات نمٹ جائے گی اس میں اب فرنیچر بھی میں ہی کروں، بھائی جان کی کوئی ذمے داری نہیں؟"

"بھائی جان کی پہلے ہی چار چار ذمے داریاں موجود ہیں اپنی فیملی کو دیکھیں کہ پہلے یا بہن کی ذمہ داری اٹھائیں تمہاری کون سی عمر نکلی جا رہی ہے۔ جو اپنی ٹانگ بیچ میں پھنسا دی۔ کچھ کما کے، جوڑ کے بہن کی کرو پہلے، پھر اپنے لیے بھی کر لینا۔ تمہارا بھائی بے چارہ کیا کرے گا۔ وہ تو پہلے ہی خرچے پورے کرنے میں آدھا ہو گیا ہے۔"

بھابھی جو باپ بیٹے کی نوک جھونک سن رہی تھیں، چمک کر میدان میں آ گئیں۔

"بچیاں کیا بشریٰ کے برابر ہیں؟ جب ان کا ٹائم آئے گا، ہم مل جل کر کر دیں گے۔" سفیان نے ترنت جواب دیا۔

"ہم کون؟ تم سے بہن کی ذمے داری تو اٹھائی نہیں جا رہی۔ بھتیجیوں کے لیے کیا تیر مارو گے؟" بھابھی کا تیور اور لہجہ بدستور کڑے تھے۔

"آپ کیوں بیچ میں بول رہی ہیں، میں ابا سے بات کر رہا ہوں۔" سفیان جھنجلا گیا۔

"مجھے کوئی شوق نہیں ہے تمہارے منہ لگنے کا۔ میرے شوہر کا نام آیا ہے اس لیے بولنا پڑا۔" بھابھی نے ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

"ابے چپ ہو جاؤ تم دونوں۔" ابا دھاڑے۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سفیان بڑبڑاتا ہوا باہر نکل گیا۔ ابا چھت پر چلے گئے۔

☆☆☆

بشریٰ اندر کمرے میں تھی۔ ساری آوازیں اور ایک ایک لفظ سماعتوں میں محفوظ ہو گئے تھے۔ سوچنے اور کڑھنے کے لیے اس کے پاس بہت کچھ تھا۔

لڑکیوں کو بوجھ کہتے ہیں تو ٹھیک ہی کہتے ہیں خصوصاً مجھ جیسی لڑکیاں، نہ تعلیم، نہ ہنر، نہ ہی مالی آسودگی و کشادگی۔

بارہ جماعتوں کے بعد آگے پڑھائی میں کسی نے حوصلہ افزائی نہیں کی۔ سب کی سوچ وہی روایتی سی تھی۔

لڑکی ذات کو کتنا ہی پڑھا لو۔ کرنا تو وہی ہے چولہا چکی، گھر داری کرنی ہے تو گھر داری ہی سیکھو۔ پھر کالج کی فیس بھرنا، روزانہ آنے جانے کا جیب خرچ یہ بھی ایک مسئلہ تھا، گھر کے روزانہ کاموں کا بھی ایک پہاڑ تھا جو بھابھی سے اکیلے سر نہیں ہوتا تھا پھر گاہے گاہے شادی کا غلغلہ بھی انتشار رہتا تھا اور بلبلے کی طرح پھوٹ بھی جاتا تھا۔ کبھی کوئی مسئلہ کھڑا ہو جاتا، کبھی کوئی مشکل آڑے آ جاتی۔ ان ہی الجھے سلجھے روز و شب میں مہندی اور سلائی سیکھ لی تھی۔ غیر معمولی ماہر تو نہیں تھی مگر گزارے لائق دونوں کام آ گئے تھے۔ بھابھی کو یہ آرام بھی ہو گیا تھا کہ بچیوں کے کپڑے، بشریٰ شوق سے سی لیتی تھی۔ بھابھی اور آپا بھی لان یا کاٹن کے جوڑے اسی سے سلوا لیتی تھیں۔ آپا چپکے سے کچھ رقم اس کی مٹھی میں دبا دیتی تھیں۔

"رہنے دیں آپا، آپ سے پیسے لوں گی میں؟" بشریٰ محجوب ہو جاتی۔

"رکھ لو، محنت تو کی ہے نا، کسی اور سے سلواتی تو اسے بھی دیتی۔"

بھابھی خوش اخلاقی سے اور خالی خولی تعریفوں سے کام چلا لیتیں۔

مگر جب بشریٰ کی شادی اور اخراجات کا معاملہ اٹھتا، پھر سارا لحاظ، مروت سب ختم ہو جاتا۔

محدود آمدنی اور بے لگام و بے ہنگم بڑھتی ہوئی مہنگائی نے، اخلاقیات، اپنائیت اور مروت کے جنازے نکال دیے تھے۔ لوگ خودغرض نہ بھی ہوتے مگر بننے پر مجبور ہو گئے تھے۔ بھابھی کا موقف بہت سادہ اور واضح تھا۔ پہلے اپنی بیٹیاں، پھر کوئی اور۔

"اب کیا اپنے بچوں کے منہ کا نوالہ چھین کر بہن کے لیے جمع کریں؟" "تھوڑا بہت کر دیں گے مگر اتنے بڑے خرچے تو نہیں اٹھا سکتے۔" انہوں نے صاف اعلان کیا ہوا تھا۔

بشریٰ کو ان کی باتیں زیادہ بری نہیں لگتی تھیں۔

"شاید یہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہوں؟" بشریٰ یاسیت سے سوچتی بعض اوقات اپنی اولاد کے آگے کوئی اہم نہیں ہوتا، چاہے والدین ہی کیوں نہ ہوں۔ وہ تو پھر بھی بہن تھی۔

"پتا نہیں زندگی ایسی کیوں ہوتی ہے!"

لاچار، بے بس، جیسے کوئی آنسو، جیسے کوئی درد اس نے نوفل سے کہا تھا۔

"زندگی کو جیسا محسوس کرو گی، جیسا سوچو گی، ویسی ہی ہو گی۔ اچھا اچھا سوچو، سب کچھ اچھا ہی ہو گا۔"

"ہمارے سوچنے سے کیا ہو گا؟ کتنا بھی اچھا سوچ لو حقیقت اپنی جگہ رہتی ہے، وہ نہیں بدلتی۔" بشریٰ کی آزردگی اپنی جگہ تھی۔

"اچھی چیز دیکھ کر تو اچھا سوچو گی؟"

"کیا مطلب؟"

"آنکھیں بند کرو۔"

"کیوں؟"

"تاکہ میں تمہاری بھینس چرا کر بھاگ جاؤں۔"

"مگر میرے پاس تو کوئی بھینس نہیں......"

سادگی سے بولتے بولتے وہ اک دم چونکی پھر ہنس پڑی۔

"شکر ہے تمہیں مذاق سمجھ میں آ گیا میرا، اور تم ہنسیں تو، چلو اب آنکھیں بند کرو۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

بشریٰ نے آنکھیں بند کرلیں اور چند سیکنڈ بعد کھولیں۔ اس کے سامنے ایک بریسلیٹ جگمگا رہا تھا۔ بہت مہنگا نہیں تھا مگر بشریٰ کے لیے بہت قیمتی تھا۔

"بہت پیارا ہے۔" اس کی آنکھیں جگمگا اٹھیں۔

"تم سے زیادہ نہیں۔"

بشریٰ کا چہرہ گلابی ہونے لگا۔

"واقعی اچھا سوچو تو اچھا ہی ہوتا ہے۔"

اسے سچ مچ اپنے آس پاس سب کچھ اچھا ہی لگ رہا تھا۔

"مسائل حل ہوجاتے ہیں۔ مشکلات آسان ہو ہی جاتی ہیں اگر یہ امید نہ ہو تو زندگی کا ایک ایک لمحہ عذاب ہوجائے۔"

بشریٰ اپنے لیے زندگی کو عذاب نہیں بنانا چاہتی تھی۔

اس نے آس و امید کا دامن تھام لیا تھا۔

"لڑکیاں عجیب ہوتی ہیں، بے وقوف ہوتی ہیں، اور جانے کیا کیا ہوتی ہیں بچپن سے ہی گھر، گھروندے کا کھیل، رچاتے رچاتے اسے ہی خواب بنا کر آنکھوں میں سجالیتی ہیں۔

ان کی اپنی ایک الگ دنیا ہوتی ہے۔ ایک گھروندا، گھونسلہ پھولوں سے سجا، خوشبوؤں سے مہکا، ایک گلفام سراپا الفت اور ایک دل جس میں محبت ہو۔ ہر لڑکی ایک پری ہے اور ہر ایک کی اپنی "فیری ٹیل"

یہ خواب لڑکیوں کو شاید ورثے میں ملے؟ حوا کی آنکھوں نے جو جنت دیکھی تھی۔ وہ آنکھیں ہر لڑکی۔ کو مل گئیں جن میں اس جنت کا عکس ہے اس مبہم اور مدہم عکس میں اپنے خوابوں کے رنگ بھر لیتی ہیں۔ ... جنت کی خواہش میں سرگرداں رہتی ہیں جس میں ان کا آدم، ان کے ساتھ... ان کے پاس ہو۔

بشریٰ کو جب بھی گھٹن اور بے بسی کا زیادہ احساس ہوتا، وہ اپنی جنت، اپنے گھروندے کے خواب دیکھنے لگتی جس میں نوفل اس کا ہم سفر تھا۔

☆☆☆

گھر میں آج ساری چڑیاں جمع تھیں جو ایک ایک کرکے بابل کا آنگن چھوڑ گئی تھیں۔ کئی ماہ بعد آج پانچوں اکٹھی آئی تھیں ورنہ کبھی کسی کی کوئی معروف ہوتی، کبھی کسی کی، کم ہی ایسے اتوار آتے تھے کہ پانچوں ایک ساتھ میکے میں ہوں۔

خالہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ دوپہر کے لیے کڑھی چاول اور آلو گوشت بنایا تھا۔ شام کے لیے پائے کا دیگچہ چڑھا ہوا تھا۔

ماشاء اللہ چھوٹے بڑے سب ملاکر پندرہ نواسے نواسیاں تھے۔ گھر گھر میں شور شرابا یا ہنگامہ نام کی کوئی شے نہیں تھی۔ چار سو باکس نے پندرہ بچوں کے منہ بند کرکے انہیں ایک جگہ ٹک کر بٹھایا ہوا تھا۔ چار گروپس میں اپنی اپنی پسند کے پروگرام چل رہے تھے۔ بیٹیاں، ماں کے ساتھ باتوں میں مگن تھیں۔ جنہوں نے اپنا مسئلہ بیٹیوں کے سامنے رکھ دیا تھا۔ سب کی سب ابو کا انتظار کررہی تھیں، جو بازار سے پھل وغیرہ لے کر آ ہی گئے۔

"ابو جی!" سب سے بڑی عافیہ باجی نے انہیں مخاطب کیا۔ ایک وہی تھیں جو ذرا نڈر ہوکر مرزا صاحب سے بات کرسکتی تھیں۔

"ہوں!" وہ تربوز کی چیر پھاڑ میں لگے ہوئے تھے۔

"نوفل کی ڈیٹ کب فکس ہوگی؟ ہال کی بکنگ بھی مہینوں پہلے ہوتی ہے۔ ابھی سے کروائیں گے تب جاکر دو تین ماہ بعد کا ہال ملے گا۔"

"مجھے تو کوئی اعتراض نہیں، میں آج چلا جاؤں تاریخ لینے، پر تمہارے خالو کا دماغ تو ذرا آسمان سے زمین پر آجائے۔"

"اُفوہ ابو! آپ دونوں پتا نہیں کب بڑے ہوں گے، شادی تو کرنی ہی ہے۔ اپنے جھگڑے ایک طرف کرکے بسم اللہ کریں۔ اکلوتا بھائی ہے ہمارا، ہمیں بھی اپنے ارمان پورے کرنے ہیں۔ بچے الگ

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

جان کھاتے رہتے ہیں، ماموں کی شادی کب ہوگی۔ سسرال میں بھی کوئی نہ کوئی پوچھ لیتا ہے، اب تو بہانے بھی سمجھ نہیں آتے کہ کیا بتاؤں۔ آپ خالو سے اور نعمان سے بات کریں کہ ہمیں کب بلا رہے ہیں۔"

"تمہاری ماں نے آتے ہی تمہاری بیٹری چارج کردی؟" "آج تو مرزا صاحب بھی بہت خوش نظر آرہے تھے۔ گھر میں خوب رونق تھی۔

"لو بتاؤ، میں نے کیا کیا ہے؟" خالہ فوراً مکر کر پیچھے ہٹ گئیں۔

"میرے خلاف محاذ بنایا ہے بیٹیوں کے ساتھ مل کر۔" وہ مسکرائے۔

"ابو جی۔ جی۔۔۔۔۔۔!"

"اچھا بھئی ابھی جا کر کہہ دوں؟"

"ہاں، ہم بھی چلتے ہیں۔" عافیہ باجی سمیت سب کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"بارات نہیں لے جا رہے ابھی۔" عاقبہ نے چھیڑا۔

"بس طے ہوگیا۔ رات میں چلتے ہیں بشریٰ کے گھر" ابو نے ہاتھ اٹھا کر فیصلہ سنا دیا۔

اگرچہ فون پر سب کے آپس میں رابطے رہتے تھے، پھر بھی میکے آکر باتیں ہی ختم نہیں ہو رہی تھیں نوفل کی آج چھٹی تھی۔ سب کے ساتھ بیٹھا تو اس کا ریکارڈ لگنا شروع ہوگیا۔

"شادی کے بعد ہمیں بھول تو نہیں جاؤ گے؟"

"شادی کے بعد؟ میری یادداشت تو ابھی سے کمزور ہوگئی ہے، آپ کی شکل کچھ جانی پہچانی لگ رہی ہے مگر یاد نہیں آرہا، کہاں دیکھا ہے؟ ویسے آپ کا نام کیا ہے شافعہ آپی؟" نوفل نے معصومیت دکھائی۔

"ایک قہقہہ پڑا اور انہوں نے نوفل کے کان کھینچے۔ "بتاؤں اپنا نام؟

"دلہن کا ڈریس کیا لینا ہے؟" ثانیہ نے سوال اٹھایا۔

"شرارہ، غرارہ، انار کلی، میکسی، ٹیل گاؤن"

بیک وقت پانچ مختلف آوازوں نے اپنی پسند بتائی جو سب کی الگ الگ تھی۔

"قرعہ اندازی کرلو۔" نوفل نے تجویز پیش کی

"تم اپنی پسند بھی بتا دو؟"

"میری پسند؟ میری جیب بتائے گی، جو اس کے لیے افورڈ ایبل ہو۔" نوفل نے مذاق مذاق میں سچائی بیان کی۔

"ولیمے کا مینیو کیا ہوگا؟" فائقہ اپنے دل پسند موضوع پر آگئی۔ "ہائے میری چٹوری بہن، اس سوال کا جواب بھی میری جیب بتائے گی۔" نوفل نے آہ بھری "اپنی جیب سے ہی پوچھ کر بتا دو۔"

"جیب کہتی ہے کہ شربت کا گلاس سب سے بہتر ہے۔"

"کھانے سے پہلے یا کھانے کے بعد؟"

عافیہ باجی کے برجستہ سوال پر سب کی کھی کھی دوبارہ شروع ہوگئی۔

"بریانی یا پلاؤ؟" فائقہ نے کسوٹی شروع کی!

"دال چاول۔" نوفل نے اپنے جوابات دیے۔

"چکن بریسٹ یا فرائی فش؟"

"مشکر چپس۔"

"کڑاہی یا قورمہ؟"

"آلو کا بھرتا۔"

"زردہ، فیرنی یا لب شیریں۔"

"پیار کے دو میٹھے بول، اس سے اچھی سویٹ ڈش کیا ہوگی۔"

"چائے، کافی، کولڈ ڈرنک؟"

"سادہ پانی سے بہترین مشروب کوئی نہیں دنیا میں۔"

"ایسا کرتے ہیں ابھی قاضی صاحب کو ساتھ لے جاتے ہیں اور نکاح کر کے لے آتے ہیں دلہن، بریانی کی ایک دیگ منگوا کر ولیمہ کر لینا۔"

"کاش ایسی آئیڈیل اور آسان شادی ہو سکتی

عوام کے مسائل حل ہو جائیں گے۔" نوفل نے آہ بھری۔

"ایک ہی تو بھائی ہے، دھوم دھام سے شادی کریں گے سارے ارمان پورے کریں گے۔" بہنیں بہت پر جوش تھیں اور نوفل سوچ رہا تھا۔

سارے ارمان بھلا کس کے پورے ہوئے ہیں؟ بادشاہ سے لے کر فقیر تک ہر دل میں کوئی نہ کوئی کسک رہتی ہے۔ مکمل پیاس، کبھی، کسی کی نہیں بجھتی، ایک تشنگی باقی رہ جاتی ہے۔

ساری خواہشات تو بس جنت میں ہی پوری ہوں گی اور نہ یہ دنیا جنت ہے نہ ہی یہ زندگی۔

☆☆☆

اسی گز کا چھوٹا سا گھر، تین کمرے نیچے، تین اوپر دو دو کمرے تینوں شادی شدہ بھائیوں نے آپس میں تقسیم کر لیے تھے۔ سب سے اوپر چھت پر ایک چھوٹا سا کمرہ تھا بیک وقت اسٹور اور منائل کا ٹھکانہ، جسے وہ طنزیہ اپنا لگژری بیڈروم کہتی تھی۔

کمرے میں دو بڑے صندوق، ایک لوہے کی الماری اور ایک سنگھار میز جو اس کی امی کی نشانی تھی، ان کے بعد بس کمرے کے بیچوں بیچ اتنی جگہ تھی کہ اس کا پلنگ آ گیا تھا۔ پنکھے کے عین نیچے، وہ پلنگ پر لیٹی ہوئی تھی ابھی ابھی تھکی ہاری پارلر سے واپس آئی تھی۔

جہاں وہ سیکھ بھی رہی تھی اور ساتھ ساتھ جاب بھی کر رہی تھی۔ فیشل، آئی بروز، تھریڈنگ، ویکسنگ وغیرہ وہ سیکھ چکی تھی۔ اب میک اپ سیکھ رہی تھی۔ بیوٹی پارلر کا کورس کرنا آسان نہیں، منائل کو بھائیوں سے اجازت ہی بڑی مشکل سے ملی تھی۔ کورس کے لیے رقم کیا ملتی، پارلر والی سامیہ آنٹی نے اس سے ڈیل کی تھی کہ منائل ان کے کسٹمرز کو ڈیل کرے اس کے بدلے وہ آنٹی کا سامان استعمال کر کے کورس کر رہی تھی۔ بھائیوں کی ہدایت کے مطابق وہ مغرب سے پہلے پہلے گھر آ جاتی تھی۔ پارلر کافی چلتا ہوا تھا۔ ایک کے بعد ایک کسٹمر آتے ہی رہتے تھے۔ کئی کئی گھنٹے کھڑے کھڑے کام کر کے بہت تھکن ہو جاتی تھی۔

شروع کے کئی دن تو وہ آتے ہی پڑ جاتی تھی۔ اب آہستہ آہستہ عادت پڑتی جا رہی تھی۔ پھر بھی آنے کے بعد کچھ دیر تو آرام کرتی ہی تھی۔ اگر کوئی کرنے دے تو اس وقت بھی اسے آئے مشکل سے دس منٹ ہی گزرے تھے کہ شرجیل آ گیا۔

"مما بلا رہی ہیں آپ کو۔"

"کیوں؟"

"پتا نہیں۔" وہ کندھے اچکا کر واپس ہو گیا۔

"ابھی تو سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آئی ہوں، پھر نیچے جاؤں۔" وہ تھکتی ہوئی سیڑھیاں اترنے لگی۔

نیچے آئی تو بڑی بھابھی کے چہرے پہ بڑی خوش اخلاق مسکراہٹ تھی۔

"جی بھابھی کیا کام ہے؟"

"میں نے فیشل کا سامان منگوالیا ہے۔ رات میں فیشل کر دینا، کل سالگرہ میں جانا ہے نا۔ میرے بھانجے کی برتھ ڈے ہے۔" کر دوں گی مگر چارج لوں گی۔

"اے ہائے، اب ہم سے بھی چارج کرو گی؟ اور ویسے بھی سامان تو ہمارا ہے۔"

"محنت تو میری ہو گی نا، اور ویسے بھی پارلر سے فیشل کروائیں گی تو اچھا خاصا مہنگا پڑے گا۔ میں کون سا بہت زیادہ چارج کر رہی ہوں، پارلر سے تو کم ہی لوں گی۔" منائل کے انداز میں نہ مروت تھی، نہ لحاظ نہ لچک۔

"لو بھئی تم تو بڑی بے مروتی دکھا رہی ہو۔ تمہارے بھائیوں کو میں نے ہی راضی کیا تھا۔ ورنہ کوئی بھی تمہیں پارلر جانے نہ دیتا۔ جانتی تو ہو اپنے بھائیوں کو، کیسے مزاج کے ہیں۔" بھابھی نے اس پر نیا جانے والا احسان جتایا۔

"سارے مزاج بہن کے لیے ہی ہیں، ویسے تو تینوں کے تینوں زن مرید ہیں۔" منائل نے تنفر سے سوچا، مگر پھر کچھ سوچ کر لہجہ نرم کر لیا۔

"دیکھیں بھابھی، میری بھی دس ضرورتیں اور خرچے ہیں وہ کہتے ہیں نا کہ گھوڑا گھاس سے دوستی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرے گا تو کھائے گا کیا؟ میرے ہاتھ خالی ہوں گے تو بھیا سے جیب خرچ لینا پڑے گا۔" وہ بے نیازی سے بول رہی تھی۔ بھابھی چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گئیں۔ "اچھا ٹھیک ہے۔ میں چار جڑ دے دوں گی مگر شائزے اور عمارہ (دیورانیاں) کو زیادہ بتانا ورنہ وہ بھی مفت میں بیگار کروائیں گی تم سے، مناہل کو مفت مشورہ ملا۔"

"جی جی بالکل، دو کو چار اور چار کو آٹھ بتا دوں گی آپ فکر ہی نہ کریں۔" ان سے ڈیل کر کے وہ پھر سیڑھیاں چڑھ کر اوپر اپنے ٹھکانے پر آ گئی۔ اور پلنگ پر لیٹ کر آنکھیں موند لیں۔ آس پاس کے لوگوں اور رویوں میں مطلب پرستی اور خود غرضی تھی۔ مناہل بھی زیادہ مروت نہیں دکھاتی تھی، کوئی کچھ بھی کہے، کچھ بھی سمجھے، اس کی بلا سے۔

ڈرائنگ روم کشادہ ہی تھا مگر اس وقت مہمانوں سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ خالہ، خالو، پانچوں بیٹیاں، بشریٰ کے گھر پہنچے ہوئے تھے۔ شرافت خالو باہر تھے۔ سفیان بھی ابھی تک گھر نہیں آیا تھا۔ نعمان بھائی اور بھابھی ان سب کو کمپنی دے رہے تھے۔ لڑکیاں، بشریٰ کے پاس کمرے میں پہنچ گئیں۔

"تم کیوں اِدھر چھپ کر بیٹھی ہو؟"

"نہیں تو۔" بشریٰ کے چہرے پہ ایک شرمیلی مسکان بکھر گئی۔ دن میں بچے کئی بار چکر لگا چکے تھے اطلاع مل گئی تھی کہ رات میں سب لوگ یہاں آئیں گے۔ رات کا کھانا پکا کر سارے کاموں سے فراغت کے بعد اس نے نہا دھو کر اپنا فیروزی اور کاسنی جوڑا پہنا تھا۔ لان کا یہ جوڑا نسبتاً بہتر حالت میں تھا۔ کمر تک پہنچے سلکی بالوں میں خوبصورت سی پونی لگائی ہوئی تھی۔ کانوں میں آرٹیفیشل چھوٹے چھوٹے جھمکے تھے۔ ایک کلائی میں نوفل کا لایا ہوا بریسلیٹ پہنا تھا۔ میرون رنگ کی لپ اسٹک گداز، کشادہ لبوں پہ بہت جچ رہی تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہو۔"

"اچھا۔" بشریٰ کے چہرے پہ گلال بکھر گیا۔

"ہم سے کیوں شرما رہی ہو۔" نوفل سے شرمانا۔

"کیوں بھئی، نوفل سے بھلا کیا شرمانا؟"

"تو کیا محلے والوں سے شرمائے گی۔"

"محلے میں تو ہم بھی رہتے ہیں۔" سب کی زبانیں کتر کتر چل رہی تھیں، بول رہی تھیں، ہنس رہی تھیں اور ان کی میٹھی میٹھی باتوں اور کھٹے میٹھے فقروں پہ بشریٰ کی ہنسی کا چاند بھی روزہ کے چمک اٹھتا۔

"بشریٰ سے تو پوچھ لو۔ شادی کے جوڑے کیسے ہوں، کلر بھی بتا دو۔" فائقہ نے اس کی پسند پوچھی۔

"ایک ہماری پسند کا ہوگا۔ ایک تم اپنی چوائس بتا دو۔" ثانیہ نے جلدی سے مداخلت کی۔

"ہاں یہ ٹھیک ہے۔"

"بارات کا بتا دو، شرارہ یا غرارہ یا کچھ اور؟"

"آپ لوگ اپنی مرضی سے بنا لیں۔"

"ہمیں تھوڑی پہننا ہے تمہاری شادی، تمہارا جوڑا مرضی بھی تمہاری ہی چلے گی۔"

"غرارہ اچھا لگتا ہے مجھے۔" بشریٰ نے اپنی پسند بتائی ڈن۔"

"ریڈ، میرون، پنک یا کچھ اور؟"

"دلہن پر تو ریڈ کلر ہی اچھی لگتا ہے فائقہ، ثانیہ اور شافعہ عروسی جوڑے کے روایتی رنگ کے حق میں تھیں۔ باقیوں کی پسند الگ تھی۔ آئمہ موبائل آن کر کے عروسی ملبوسات کے رنگ سرچ کرنے لگی۔

سرخ رنگ کے درجنوں شیڈز تھے بالآخر ایک رنگ پہ سب متفق ہو گئیں، ہلکی مائل میرون رنگ۔

موبائل پر اب جوتیاں، جیولری وغیرہ سرچ ہو رہی تھیں۔ ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت ڈیزائن نعمان کولڈ ڈرنک کے ہمراہ چپس اور نمکو وغیرہ لے آیا تھا۔ کچن میں رکھ کر بیوی کو بلایا۔

"یہ نکال کر سرو کر دو۔"

ردا کی پیشانی پہ بل پڑ گئے۔

"بچوں نے آئس کریم مانگی تو تمہارے پاس پیسے نہیں تھے، اب آ گئے مہمانوں کو ٹھسانے کے

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

لیے؟"

"آہستہ بولو، ادھار لایا ہوں۔ یہ لوگ کون سا روز روز آتے ہیں۔ پھر بشریٰ کی شادی کا معاملہ ہے۔" نعمان نے دبی آواز میں بولتے ہوئے بیوی کو گھورا۔

کچن کی جانب آتی بشریٰ کے قدم وہیں رک گئے۔ روا بھابھی کی تنگ دلی، نئی نہیں تھی۔ پھر بھی ہر بار اسے رنج ہوتا تھا۔ وہ صرف سسرالی نہیں تھے رشتے دار بھی تھے۔

چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی وہ کچن میں آ گئی۔

"لائیں بھابھی میں نکال دیتی ہوں۔"

بشریٰ پلیٹوں میں چپس اور نمکو نکالنے لگی۔

"تم لڑکیوں کے ساتھ بیٹھو، روا نکال کر لے آئے گی۔" نعمان نے بشریٰ کو منع کیا۔ اس کا لہجہ قطعی تھا۔

روا خاموشی سے ٹرے میں گلاس رکھنے لگی بشریٰ واپس چلی گئی۔

"بیوی بچوں کے لیے کبھی ادھار قرض نہیں ہوتا، بس جو ہے اسی میں گزارا کرو، دوسروں کے لیے تو انت دل بھی بڑا ہو جاتا ہے جیب بھی بڑی ہو جاتی ہے۔" روا بڑبڑاتی رہی مگر اس کی بڑبڑاہٹ سننے کے لیے شوہر موجود نہیں تھا۔ وہ مہمانوں کے ساتھ جا کر بیٹھ گیا تھا۔ روا کولڈ ڈرنک نکالتے ہوئے خود ہی کلس رہی تھی۔ حالانکہ یہ سب اس کے بھی سگے کزنز اور رشتے دار تھے مگر نعمان کے اس طرح خرچا کرنے پر اسے بہت غصہ آتا تھا۔ اپنے گھر والوں پہ مہمانوں پہ، یا گھر کے کسی بھی کام میں نعمان پیسے خرچ کرتا تو روا کو ہمیشہ ہی تکلیف ہوتی تھی۔ اسے لگتا تھا کہ یہ اس کی اور اس کے بچوں کی حق تلفی ہے۔

کئی بار شوہر سے اس بات پر تکرار ہوتی تھی۔ کبھی نعمان سن لیتا اور خاموش ہو جاتا تھا، کبھی بیوی کو چپ کرا دیتا تھا۔ جیسا کہ آج ہوا تھا۔ چہرے پہ ایک جھوٹی مسکراہٹ سجائے وہ ٹرے اندر لے گئی۔

☆☆☆

رات میں بڑی بھابھی نے صرف فیشل ہی نہیں کیا، مینی کیور پیڈی کیور بھی کروایا تھا۔ منائل چڑچڑی ہونے لگی، دن بھر کی تھکن ایک طرف، اب گھر پر آ کر بھی مشقت، جس کا معاوضہ بھی برائے نام ملتا تھا۔ مگر اس کی بھی مجبوری تھی کہ بھابھیوں کی سپورٹ اور مرضی کے بغیر اس کا گھر سے نکلنا ناممکن تھا۔ بھائی لوگ کی اپنی الگ منطق تھی۔ اپنی بیویاں بنی سنوری ٹپ ٹاپ سے آراستہ و پیراستہ بہت اچھی لگتی تھیں مگر بیوٹی پارلر سے منسلک خواتین کے متعلق کوئی اچھی رائے نہیں تھی، بڑی بھابھی نے ہی شوہر کو سمجھا بجھا کر منائل کو اجازت دلوائی تھی اور ان کی مہربانی کی وجوہات تھیں جو انہوں نے منائل پر واضح کر دی تھیں۔

"دیکھو بھئی منائل، برا مت ماننا، گھر کے حالات تمہارے سامنے ہیں، مہنگائی کا دور ہے، اپنا گھر چلانے کے لیے کیا کیا جتن کر رہے ہیں۔ گھر میں جتنے افراد ہوں سب کا کمانا ضروری ہے، تبھی کچھ بات بنتی ہے۔"

"جی۔" منائل ان کی لمبی چوڑی تمہید سے بے زار ہو گئی۔ "ایسا ہے کہ تمہارے بھائی نے پرمیشن تو دے دی ہے اب آگے تمہارا فرض ہے کہ اپنا خرچا پانی خود اٹھاؤ اور شادی کے لیے بھی جمع کرو۔" بھابھی نے تھیلے سے بلی باہر نکالی، جس کا منائل کو پہلے ہی اندازہ تھا۔

"ٹھیک ہے بھابھی۔" اس نے بڑے اطمینان سے حامی بھر لی۔ وہ خود بھی یہی سوچتی تھی اور یہی چاہتی تھی کہ اپنے بھائی بھاوجوں پہ بوجھ بن کر ان کی باتیں سننے کے بجائے خود کچھ کرے۔ گھر میں ویسے بھی ہر وقت کی ٹینشن ہی تھی۔ سب سے بڑا مسئلہ کام کا تھا۔ تینوں کا کھانا پکانا الگ الگ تھا۔ منائل سے تینوں کو توقعات تھیں کہ وہ بس انہی کا کام کرے باقی دو کو بھول جائے۔

منائل اس کھینچا تانی سے تنگ آ چکی تھی۔ جب سے وہ بیوٹی پارلر جا رہی تھی، اپنی تمام تر تھکن اور

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

مشقت کے باوجود یہ سکون تھا کہ اب طنزیہ باتیں اور طعنے ملنے بہت کم ہو گئے تھے پھر ہنر ایسا تھا کہ تینوں بھابیوں کو گھر بیٹھے مستفید ہونے کا موقع مل رہا تھا وہ بھی برائے نام پیسوں پہ لہٰذا سنابل کے ساتھ سب کا رویہ کافی نرم اور خوشگوار ہو گیا تھا۔ زندگی پہلے سے سہل ہو گئی تھی۔ سفیان کا ساتھ اس کے شب و روز میں نئے رنگ بھر رہا تھا۔ اپنے ان معاملات کو اس نے ابھی تک تو بہت راز میں رکھا ہوا تھا۔ گھر میں کسی کو بھنک بھی نہیں پڑنے دی تھی۔ وہ انتظار کر رہی تھی کہ سفیان اپنے والد اور بڑے بھائی بہن کو اس کے گھر لانے کا عندیہ دے تو وہ بھی سب کو آگاہ کرے گی۔ سفیان تسلیاں تو دیتا رہتا تھا مگر بہرحال کوئی عملی قدم ابھی تک اس نے اٹھایا نہیں تھا۔ معمولات زندگی میں انتظار بھی شامل ہو گیا تھا۔

☆☆☆

سستا سا پرانا موبائل تھا بٹنوں والا۔ مگر کام کا تھا۔ اس کے ذریعے نوفل سے بات ہو جاتی تھی۔ دونوں ایک دوسرے کی آواز سن لیتے تھے اور یہ بھی بہت تھا۔ ہر دوسرے روز نوفل گھر کا چکر بھی لگا لیتا تھا۔

"اب تو خوش ہو؟"

"بہت! بشریٰ کی آواز سے بھی مسرت چھلک رہی تھی۔ یہ تین مہینے کیسے گزریں گے؟"

"جلدی گزر جائیں گے۔" بشریٰ کی آواز میں یقین تھا۔

"جلدی؟"

"ہاں، خوشی میں وقت گزرنے کا احساس نہیں ہوتا۔"

"یہ تو ہے۔ اور خوشی انسان کی عقل میں بھی اضافہ کرتی ہے۔" اعتراف کرتے ہوئے نوفل ہنسا۔

"مجھے کہہ رہے ہو؟ وہ مشکوک ہوتی ہنسی۔"

"پڑوسن کو۔" نوفل کا قہقہہ بہت بلند اور بھرپور تھا۔ "میں، تمہاری پڑوسن ہی ہوں۔ بشریٰ نے یاد دلایا۔ تم تو میرے دل میں رہتی ہو۔ میرا ہی کوئی حصہ ہو۔ نوفل نے آج پہلی بار اتنا واضح اظہار کیا تھا بشریٰ کا چہرہ گلابی ہونے لگا۔ دل کی دھڑکن تیز ہو گئی۔ اچھا اب میں فون آف کر رہی ہوں، بعد میں بات کروں گی۔" سونے کے لیے لیٹی تو آنکھیں نیند کے بجائے سپنوں سے بوجھل تھیں۔"

☆☆☆

چھٹی کا دن تھا۔ بچوں نے دادا کی جان کھائی ہوئی تھی۔ پارک جانے کے لیے، اور سفیان موبائل پر باجی کی جان کھا رہا تھا۔ بلکہ جان کیا کھا رہا تھا، خوشامدیں کر رہا تھا۔

"میری اچھی باجی، ابا کو کسی طرح راضی کر لو، دیکھو نا ایک ہی تقریب میں دونوں نمٹ جائیں گے۔ بعد میں الگ سے اتنا خرچا کون کرے گا۔" سفیان نے کئی بار کی دی ہوئی دلیل ایک بار پھر دی۔

"میرے اچھے بھائی، ابا سے کئی بار بات کر چکی ہوں ان کا کہنا ہے کہ ولیمے کے علاوہ بھی دس خرچے ہیں۔ بری بنانی ہوگی۔ کپڑا لتا، زیور، پھر کمرہ بھی بنانا ہے تمہیں، بچے تو کوئی ٹھکانے سے نہیں۔"

"ٹھکانے کی کیا بات ہے، بشریٰ کی تو شادی ہو جائے گی وہ کمرہ میں لے لیتا ہوں۔ اب میں اتنا پیسہ تقریب پر لگاؤں گا بری بھی بناؤں گا۔ کمرہ ابھی تو نہیں بنا سکتا۔ بعد میں دیکھوں گا۔"

"بشریٰ کا کمرہ تم لے لو گے تو بچے کہاں سوئیں گے۔"

"جن کے بچے ہیں وہ جانیں، ان کا کام جانے، ان کو ضرورت ہے تو اپنے بچوں کے لیے کمرہ بنوا لیں، ویسے بھی شادی پر کون سا خاص خرچا اٹھا رہے ہیں۔ یہ دونوں۔" سفیان کا اشارہ بھائی بھابی کی طرف تھا۔

"مشکل ہے کہ ابا مان جائیں۔"

"تو ٹھیک ہے، مجھے کیا ضرورت ہے بارات کا خرچا اٹھانے کی، ابا سے کہو کہ وہ اور بھائی خود ہی بندوبست کر لیں۔ دونوں کو پتا چل جائے گا۔" سفیان نے طیش میں آ کر آنکھیں پھیریں۔

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"اے ہائے، سفیان، سگا بھائی۔ ہو کر کیسی غیروں جیسی باتیں کر رہا ہے۔" باجی نے چمک کر اسے لتاڑا

"سگی بہن ہے، ابا کی کون سی اتنی آمدنی ہے۔ مزدور ہیں جو کماتے ہیں روز خرچ ہو جاتا ہے۔ اس عمر میں اتنا کام اور محنت کر رہے ہیں یہ بھی بہت ہے۔ بشریٰ کی شادی تو تم دونوں بھائیوں کو مل کر ہی کرنی ہے۔"

"کر تو رہا ہوں سپورٹ، اور کتنا کروں؟ میرا بھی تو کچھ خیال کریں ابا۔" سفیان کچھ جھنجھلا پڑ گیا۔

"اچھا میں آ کر بات کرتی ہوں۔"

"شام میں آ جاؤ، بلکہ ایسا کرو ابھی آ جاؤ!" "ابھی نہیں آ سکتی، شام میں آ جاؤں گی۔"

"پکا؟"

"ہاں۔ بھئی پکا۔"

شام میں باجی معہ اپنے چھ بچوں کے وارد ہو گئیں ایک ہنگامہ، شور شرابا گھر میں برپا تھا۔ اسی شور شرابے میں باجی اور ابا کی بلند آوازیں بھی شامل ہو گئی تھیں۔ ابا کے اعتراضات ختم نہیں ہو رہے تھے۔ باجی کے پاس دلائل بہت تھے۔ دونوں کی بحث جاری تھی۔ بھابھی کمرے میں نڈھال اور ست لیٹی ہوئی تھیں۔ بشریٰ کچن میں مصروف تھی۔ سفیان نے گوشت لا دیا تھا۔ آلو گوشت پکانے کے لیے مسالہ بھون رہی تھی۔ ابا اور باجی کی آوازیں اس تک پہنچ رہی تھیں۔ بیچ بیچ میں سفیان بھی لقمے دے رہا تھا۔

"ابا بھی بے کار کی ضد بحث کر رہے ہیں مان جائیں بھائی کی بات، شادی تو کرنی ہی ہے، آج ہو یا کل ہو۔" بشریٰ کھانا بناتے بناتے سوچ رہی تھی۔ مگر اس کے سوچنے سے اور سفیان کے مطالبے سے کیا فرق پڑ رہا تھا۔ ابا کی اپنی الگ منطق تھی جس پر وہ اڑے ہوئے تھے کہ سفیان پہلے اپنا کمرہ بنائے پھر شادی ہو گی۔

جب تک کھانا تیار ہوا۔ شانو باجی کے دھواں دار دلائل نے ابا کو تقریباً نیم رضامند کر ہی لیا تھا۔

☆☆☆

رات کو بشریٰ سونے کے لیے لیٹی تو تھک کے چور ہو گئی تھی روزمرہ کی روٹین ہی تھکا دینے والی تھی۔ مہمانداری ہوتی تو دو اکیلی ہلکان رہتی۔ کاموں سے اکتاتی نہیں تھی نہ ہی گھبراتی تھی بس کبھی تھک جاتی تھی۔ خصوصاً بچوں کے ساتھ اگرچہ بچے اسے بڑے پیارے اور عزیز تھے۔ ان کی ذمے داریاں خوشی خوشی اٹھاتی تھی۔ مگر بہرحال آج کل کی جسمانی تھکان اس ذہنی تھکاوٹ سے بہت بہتر تھی جو پچھلے چند برسوں سے اسے لاحق تھی۔ ابا اور خالو کے کشیدہ بلکہ تلخ تعلقات نے اس کے اور نوفل کے رشتے کو ہوا میں معلق کر رکھا تھا۔ پھر گھریلو مسائل، معاشی معاملات، وہ گھنٹوں جانے کیا کیا سوچتی رہتی۔ آس و یاس کے درمیان، امید و ناامیدی کے بیچ خوابوں کے جزیروں پہ قیام کرتی، مگر جب ان جزیروں کے آس پاس نگاہ دوڑاتی تو دل کی دنیا میں رات ہو جاتی۔ اب جب کہ سب کچھ ٹھیک ہونے کو تھا۔ روشن سویرا منتظر تھا اس کا اسے اپنی تھکاوٹ بھی اچھی لگ رہی تھی۔ دن بھر کی محنت مشقت کے بعد خوش کن سپنے دیکھنے کا مزا کوئی اس سے پوچھتا۔ آنکھیں موندے نوفل کے خیالوں میں مگن تھی کہ دائیں بائیں لیٹی نوریا اور ذنیرا نے پٹ سے آنکھیں کھول دیں۔

"سو جاؤ۔" بشریٰ نے ڈپٹ کر کہا۔

"اپو! ایک بات پوچھنی تھی۔"

"پوچھو۔" اب کی بار بشریٰ نے آنکھیں کھول کر بے چارگی سے کہا کیونکہ اب جب تک وہ ذنیرا کے سوالوں کے جوابات نہیں دے دیتی، اس کی جان بخشی نہیں ہو سکتی تھی۔

"پرندے رات کو کہاں ہوتے ہیں؟"

"اپنے گھونسلے میں۔"

"وہاں تو اندھیرا ہوتا ہے۔ وہ آنکھیں بند کر کے سو جاتے ہیں...... انہیں پتا ہی نہیں چلتا کہ اندھیرا ہے یا روشنی۔"

"اور جب پرندے اڑتے ہیں تو گرتے کیوں

نہیں؟"

"کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں تھام لیتے ہیں، گرنے نہیں دیتے۔" "سب کو؟" ذنیرا کی آنکھوں میں تحیر تھا۔

"سب کو۔"

"اور مرغی ہی انڈا دیتی ہے، مرغا کیوں نہیں دیتا؟" نویرا کو سوال سوجھا۔

"کیونکہ اللہ تعالیٰ نے مرغی کے ذمے لگایا ہے یہ کام۔"

"تو پھر مرغا کیا کرتا ہے؟"

"وہ اذان دیتا ہے تاکہ صبح صبح۔" ذنیرا نے اپنی معلومات کا اظہار کیا۔

"اچھا اب آنکھیں بند کرو اور سو جاؤ۔ باقی سوال جواب کل۔"

"کہانی؟"

"کہانی بھی کل، میں بھی سو رہی ہوں، مجھے نیند آ رہی ہے۔" بشریٰ نے آنکھیں بند کر لیں۔

☆☆☆

ماحول میں اے سی کی ٹھنڈک اور ایئر فریشنر کی خوشبو رچی ہوئی تھی۔ کرسیوں پر لائن سے کلائنٹس بیٹھی ہوئی تھیں۔ ایک کا فیشل ہو رہا تھا۔ ایک کی کٹنگ، تیسری کلائنٹ مناہل کے سپرد تھی اس کا پارٹی میک اپ تھا۔ جسے وہ بہت مہارت اور پھرتی کے ساتھ کر رہی تھی۔ مناہل کے ہاتھ میں اب کافی صفائی اور نفاست آ گئی تھی۔ میک اپ مکمل ہو گیا تو اس نے فٹ کر نکال کر بال سیٹ کیے۔ بہت اچھا میک اپ کیا ہے۔ کسٹمر آئینے میں ہر طرف سے اپنا جائزہ لے کر طمانیت سے مسکرائی۔

"تھینک یو۔" مناہل کو ہر ورکر کی طرح ایسے کسٹمرز سے خوشی ہوتی تھی۔ جو اس کی محنت اور ہنر کو سراہیں، ورنہ بعض خواتین تو ایسی بھی آتی تھیں جو کسی بھی طرح مطمئن ہی نہیں ہوتی تھیں۔ اور خود مناہل کی بھی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ پچاس یا اس سے اوپر کی خاتون کو اٹھارہ، بیس سال کا کیسے دکھائے؟ یہ کمال تو موبائل میں موجود لاتعداد فلٹرز ہی دکھا سکتے تھے۔

اس وقت وہ فری تھی کرسی پر بیٹھ کر سکون بھری ایک گہری سانس لی۔ جن کاموں کو اس نے بہت مشکل اور ناممکن سمجھا تھا، وہ اس کی توقعات اور خدشات کے برخلاف بہت آرام و اطمینان سے ہو گئے تھے۔ سفیان کے گھر والے بھی آ گئے اور اس کے بھائی بھی راضی ہو گئے، فٹافٹ منہ میٹھا ہو کر جھٹ پٹ تاریخ بھی طے ہو گئی، جو بشریٰ کی بارات سے دو روز پہلے کی تھی۔

"اور سناؤ بھئی، اکیلے اکیلے مٹھائی کھا لی، ہمیں کب کھلا رہی ہو؟" فرحین اس کے برابر کرسی پر بیٹھتے ہوئے مسکرائی۔

"بریانی کے ساتھ میٹھا کھا لینا۔" "اتنی جلدی یہاں تک نوبت پہنچ گئی یعنی کہ بریانی تک؟" فرحین نے آنکھیں پھاڑیں۔

"یعنی کہ چٹ منگنی پٹ بیاہ۔" راحمہ نے بھی لقمہ دیا۔ "لکی ہو یار، ہمیں دیکھو تیسرا سال ہے انگیج منٹ کو ابھی تک شادی کا نہیں پتا، میری تو کار شتہ لگے تو ہماری باری آئے گی۔" سویرا نے جلے دل کے پھپھولے پھوڑے۔

"ہاں یہ تو ہے، خوش نصیبی ہے تمہاری، جھٹ پٹ سارے کام ہو رہے ہیں۔" سب اس کی قسمت پر رشک کر رہی تھیں۔

"اللہ آگے بھی نصیب اچھے رکھے۔ آمین۔"

☆☆☆

بیڈ پر بچوں کے کھلونے، فیڈر، کپڑے، بکھرے پڑے تھے۔ بھابھی نے ایک ایک کر کے ساری چیزیں ٹھکانے لگائیں اور ساتھ ساتھ بڑبڑاتی بھی رہیں بلکہ شوہر نامدار کو سناتی رہیں۔

"بہن کے لیے کہیں سے بھی بندوبست ہو جاتا ہے رقم کا بیوی بچوں کے لیے تسلیاں اور بہانے ہیں، ہمیں تو کسی چیز کی ضرورت ہی نہیں، کتنی تیاریاں ہوتی ہیں شادی کی، کپڑے جوتے، جیولری، بچوں کی تیاری الگ، مگر نہیں جی، رقم کا بندوبست کیا ہے تو بہن کے لیے، بیوی بچے تو کچھ ہیں ہی نہیں۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"چپ ہوجاؤ، بشریٰ کچن میں ہے۔ سات گھروں تک آواز جارہی ہے، تمہاری۔" نعمان نے بیوی کو گھر کا۔

"کوئی سنتا ہے تو سن لے میری بلا سے مجھے کسی کا ڈر نہیں ہے۔ اپنے بچوں کے منہ کا نوالہ کسی اور کے منہ میں ٹھونس دو، اور میں چپ رہوں، واہ بھئی واہ۔" پھا بھی طیش کے عالم میں جو منہ میں آرہا تھا، بول رہی تھیں۔

"تمہاری اور بچوں کی تیاری کے لیے رقم لا دوں گا۔ بندوبست کر رہا ہوں، تم فضول چخ چخ نہ کرو۔" نعمان نے بیزاری سے بیوی کو دیکھا۔

"کب لاؤ گے؟ شادی کے بعد؟"

"توبہ ہے، تم عورتوں کی زبان سے اللہ بچائے۔" وہ جھلا کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کچن میں کام کرتی، بشریٰ کی سماعتوں نے اس بحث کا ایک ایک لفظ سنا تھا۔ برتن دھوتے ہوئے ہاتھوں کے ساتھ ساتھ اس کی آنکھیں بھی بھیگ رہی تھیں۔ کم مائیگی اور لاچاری کا احساس یونہی دل کو دکھاتے ہوئے آنکھوں تک پہنچ جاتا تھا۔

کاش میں کسی قابل ہوتی یا ہمارے مالی حالات اتنے اچھے ہوتے کہ کسی کی بھی باتیں سنے بغیر سارے کام خوش اسلوبی اور آسانی سے ہوجاتے۔ ہمیشہ کی طرح اپنی لایعنی اور بے ربط سوچوں میں الجھی ہوئی بشریٰ نے برتن دھو کر کچن صاف کیا اور کھانا چڑھانے لگی۔ سفیان اور ابو کو آتے ہی کھانا چاہیے تھا پیاز کاٹتے ہوئے بار بار اس کی آنکھوں میں پانی آتا رہا پتا نہیں پیاز میں ہی جھال بہت تھی یا انسانی لفظوں میں کاٹ بہت تھی۔

☆☆☆

میٹھے پانی کا کین مٹکے میں ڈال کر اس نے ٹب میں بھیگے ہوئے کپڑے کھنگال کے رسی پہ ڈالے۔ سیڑھیاں اتر کر نیچے آئی تو کمرے میں اس کا موبائل بج رہا تھا۔

نوفل کی کال تھی۔

"تم نے مس کال دی تھی۔ خیریت تو ہے نا؟" نوفل کی آواز سے تشویش جھلک رہی تھی۔

"ہاں خیریت ہے، بس یونہی۔" بشریٰ کی آواز بجھی بجھی تھی۔ "خیریت لگ نہیں رہی، جلدی بتاؤ کیا بات ہے۔"

"تم بزی تو نہیں ہو؟" بشریٰ جانے کیوں جھجک رہی تھی۔ "کتنا بھی بزی ہوں، تمہارے لیے وقت ہی وقت ہے۔"

"ایک بات کہنی تھی تم سے۔"

"میں سن رہا ہوں۔"

"اگر میں جہیز نہ لاؤں تو مجھے قبول کرلو گے؟"

"اپنے دل، دماغ اور تمام تر جذبات و احساسات کے ساتھ میں تمہیں قبول کر چکا ہوں، باقی سب کچھ بے معنی ہے میرے لیے چاہے وہ جہیز ہی کیوں نہ ہو۔"

"میرے حالات تمہارے سامنے ہیں، گھر والوں کی اتنی حیثیت نہیں ہے کہ جہیز میں بہت کچھ دے سکیں۔ میں یہ نہیں چاہتی کہ وہ قرضہ لے کر خود کو پریشان کریں۔"

"میری جان، تمہیں یہ سب کہنے کی ضرورت نہیں ہے، ہم سب کے حالات ایسے ہی ہیں کہ کوئی بھی فضول اور فالتو اخراجات افورڈ نہیں کرسکتے، تم میرے گھر آرہی ہو میرے لیے یہی بہت ہے۔ جہیز کا دم چھلا لگانے کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ بات خالہ کہہ سکتی ہیں ابو سے؟ کہہ دیں گی، اور کوئی حکم؟"

"نہیں بس اور کچھ نہیں۔" بشریٰ اس کے انداز پہ محجوب ہوگئی۔

"کبھی کوئی بڑی فرمائش بھی کرلیا کرو یا گھر آکر ہی کرو گی؟"

"یہی بہتر رہے گا۔" بشریٰ مسکرائی، دل ہلکا پھلکا سا ہوگیا تھا۔

"ویری گڈ، دھیرے دھیرے بولنا سیکھ رہی ہو تم۔"

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"کیا مطلب؟ میں کیا گونگی ہوں۔"

"ہمیں کیا خبر، ہمارے سامنے تو خاموش ہی رہتی ہو۔"

"اور کیا خبر! یہ نعمت کل ہو نہ ہو۔" بشریٰ نے مزے سے جواب دیا اور نوفل کی ہنسی چھوٹ گئی۔

"بولنا جانتی ہو ہوں......"

صرف تمہارے سامنے۔ بشریٰ نے دل ہی دل میں کہا۔

"اب پھر چپ ہو گئیں، کچھ تو کہو۔"

عین اسی وقت دروازے پہ کھٹکا ہوا۔

"ابو آ گئے، میں ذرا انہیں دیکھ لوں۔" بشریٰ نے خدا حافظ کہہ کر فون آف کر دیا۔

☆☆☆

رو رو کر بھابھی کی آنکھیں خشک ہو گئیں مگر چہرے پر سے جھلاہٹ کے تاثرات نہ گئے۔

"پاگل ہو رہی ہو، یہ کوئی رونے کی بات ہے؟ اللہ کی رحمت ہے، خوشی خوشی استقبال کرو۔" نعمان نے بیوی کو ڈانٹا۔ پانچویں بیٹی کی پیدائش پہ اگرچہ وہ بھی مایوس تو ہوا تھا کہ بیٹے کی خواہش اور اس بار امید بہت تھی۔ مگر وہ مایوسی وقتی تھی۔ بیٹی کو گود میں لیا تو سارے منفی جذبات بھاپ بن کر اڑ گئے۔

"چار چار رحمتیں پہلے ہی موجود ہیں۔ اس بار اپنی نعمت سے نواز دیتا۔ کتنی منتیں مانی تھیں۔ اتنی دعائیں کی تھیں...... دوسروں سے بھی کروائیں، وظیفے بھی کیے مگر......" بھابھی کی آواز میں خفگی نمایاں تھی۔

"جانے کون سے وظیفے پڑھتی ہے یہ عورت، لڑکیوں سے گھر بھر دیا ہے۔ نعمان تو کماتے کماتے ہی بڈھا ہو جائے گا، اکیلے کیسے پالے گا اتنی جانوں کو، ہائے ہائے......" اماں نے ایک آہ بھری۔

"سوچا تھا مرنے سے پہلے پوتے کا منہ دیکھ لیں مگر ہماری قسمت میں ہی نہیں۔ مرنے کے بعد قبر پہ چراغ جلانے والا بھی کوئی نہ ہوگا۔" ابا بار بار آہیں بھر رہے تھے۔ شانو آپا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔

"توبہ ہے ابا، ادھر بھابھی کا منہ بنا ہوا ہے، ادھر آپ اپنا رونا رو رہے ہیں جیسے جانے کیا ہو گیا، یہ بچی اتنی ہی بوجھ لگ رہی ہے آپ کو تو مجھے دے دیں، میں تو کلیجے سے لگا کر پالوں گی اسے۔ ہم تو تڑپ رہے ہیں کہ اللہ ایک بیٹی دے دے ہمیں۔" وہ جذباتی ہو گئیں۔

"تیرے چھ لڑکوں کی جگہ اللہ نے چھ لڑکیاں دی ہوتیں نا تو یہ باتیں کبھی نہ کرتی۔" بیٹی کی تقریر پر ابا نے انہیں گھور کے دیکھا۔

"آپا، چائے پی لیں۔" بشریٰ ابا اور ان کے لیے چائے بنا لائی۔

تین چار دن گزر گئے تھے بھابھی کا دکھ اور ابا کا صدمہ کم نہیں ہوئے تھے۔ بچی کا نام اب تک رکھا نہ گیا تھا شانو آپا اور بشریٰ نے مل کر بچی کا نام سویرا رکھ دیا۔

"یہ تو ہمارے گھر کا اجالا ہے۔ روشنی ہے۔" شانو آپا نے اس کا من سوہنا چہرہ دیکھتے ہوئے محبت سے کہا۔ ان جاہی بھی تو ہے، بشریٰ نے دل گرفتہ ہو کر سوچا بیٹوں کی تعداد جتنی زیادہ ہو، فخر اور خوشی اتنے ہی بڑھتے جاتے ہیں، بیٹیاں دو، تین بھی ہو جائیں تو تشویش، فکر اور پریشانی بڑھ جاتی ہے احساس محرومی میں اضافہ ہو جاتا ہے۔

ہم آج بھی دور جاہلیت میں جی رہے ہیں۔ اللہ کی رحمت کو ہم نے خود اپنے لیے زحمت بنا لیا ہے بشریٰ سلائی مشین سنبھالے، سویرا کا جھبلا سی رہی تھی بھابھی کو اس بار بیٹے کی اتنی امید بلکہ یقین تھا کہ انہوں نے کسی بھی قسم کی "بے بی شاپنگ" کی ہی نہیں تھی۔ اس بار بھی بیٹی ہوئی تو بھجوان کا دل ہی ٹوٹ گیا۔ بریرہ کے پرانے کپڑے نکال لیے تھے، وہی سویرا کو پہنا رہی تھیں۔

"پانچویں ہے تو کیا ہوا، نئی فراک پہننا تو اس کا بھی حق ہے۔"

بشریٰ نے کچھ رکھے ہوئے ٹکڑے نکالے، چھوٹے چھوٹے مگر نئے پیس تھے۔ انہیں کاٹ کر دو

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چار چھلے سی لیے۔ شانو آپا بھی بچی کے لیے کپڑے اور چیزیں وغیرہ لائی تھیں...... خالہ آئی تھیں بچی کے ہاتھ پہ دو سو روپے رکھ گئیں ابا گھر پر ہی تھے۔ کچھ دیر بیٹھ کر گئی تھیں۔ بشریٰ منتظر رہی کہ شاید وہ جہیز کے متعلق ابا سے کوئی بات کریں مگر ایسا کوئی موضوع دونوں کے درمیان زیر بحث نہیں آیا۔

ہوسکتا ہے نوفل کو موقع نہ ملا ہو یا پھر بھول گیا ہو۔ بشریٰ نے بے یقینی سے سوچا، ایسی بات، جسے اس پر خود بھی یقین نہیں تھا۔ اور وہ بے خبر تھی کہ نوفل نے گھر پہ بات کی تھی۔ اسی رات، جس دن بشریٰ نے اسے کال کی تھی۔

اس رات نوفل نے امی ابو کے سامنے یہ معاملہ اٹھایا تھا۔ "مگر ہم نے تو کوئی جہیز نہیں مانگا۔ نہ کوئی مطالبہ کیا ہے، جو کچھ دیں گے اپنی خوشی اور مرضی سے ان کی۔" امی نے جواب دیا۔

"میرا کہنے کا مطلب یہ ہے کہ آپ خالو کو منع کردیں کہ وہ جہیز کے لیے پریشان نہ ہوں۔ میں فرنیچر خود خرید لوں گا...... باقی سب کچھ تو ہمارے گھر میں موجود ہے۔"

"تم کیوں خریدو گے فرنیچر، ہم نے اپنی پانچ لڑکیوں کو جہیز دیا ہے۔ تمہارا خالو ایک لڑکی کو جہیز نہیں دے سکتا؟ کون سا مہنگے اور بھاری بھرکم آئٹم دے گا وہ ٹٹ پونجیا، معمولی سا ساز و سامان بھی دینا بھاری پڑ رہا ہے؟ یہ الٹی پٹی کس نے پڑھائی ہے تمہیں۔" حقارت سے بولتے ہوئے ابو اپنے بیٹے پر برس پڑے۔

"ان کے مالی حالات سب کے سامنے ہیں، ابو خالو کو محنت مزدوری میں جو روز ملتا ہے وہ روزانہ ہی خرچ بھی ہو جاتا ہے۔ سفیان لاپروا ہے، نعمان بھائی کی اپنی فیملی ہے۔ کیا ضرورت ہے ان پر بردن ڈالنے کی جب کہ میں افورڈ کرسکتا ہوں۔"

"ضرورت نہیں ہے بلاوجہ کا رحم کھانے کی۔ تمہارے خالو کی زبان تو بہت چلتی ہے لڑنے جھگڑنے کے لیے۔ چار پیسے کمانے کے لیے ہاتھ بھی چلا سکتا ہے۔" ابو کے دل میں جو کدورت تھی وہ ابھی گئی نہیں تھی۔ بے شک بیوی بچوں کے اصرار پر وہ شادی کے لیے رضامند ہوگئے تھے مگر اپنے ہم زلف کی طرف سے ان کا دل صاف نہیں تھا۔

"امی۔" نوفل نے بے بسی سے ماں کو دیکھا، جن کے چہرے اور آنکھوں میں نوفل کے لہجے سے زیادہ مایوسی اور بے بسی تھی۔ شوہر کے جارحانہ رویے اور سخت گیر لہجے کے آگے ان کی بولتی بھی بند ہو جاتی تھی۔ نوفل نے مگر پھر بھی ہمت نہیں ہاری تھی۔ "امی جی، آپ ابو کے علم میں لائے بغیر خالو سے بات کرلیں پلیز۔" اکیلے میں اس نے ماں سے التجا کی۔

اور تمہارے باپ کو پتا چل گیا تو...... "جب کی جب دیکھی جائے گی۔"

"نہیں بھئی میں یہ خطرہ مول نہیں لے سکتی۔ وہ کسی بھی وقت کچھ بھی کہہ سکتے ہیں کچھ بھی کر سکتے ہیں تمہارے خالو سے ویسے بھی بنتی نہیں ہے، دونوں میں پھر جھگڑا ہو گیا تو ہم کیا کرلیں گے اب اس بات کو یہیں رہنے دو بس ختم کرو۔"

"ماں کی بات تلخ ضرور تھی مگر سچی تھی۔ نوفل خاموش ہو گیا وہ چپ رہا، بشریٰ سے بھی کچھ نہ کہہ سکا۔ جو اس کی غیر معمولی خاموشی پر حیران بھی تھی اور پریشان بھی۔ تم نے خالہ سے بات کی تھی؟ بشریٰ نے خود ہی کال کر کے نوفل سے پوچھ لیا۔

"ہاں، ابو، امی دونوں سے بات کی تھی مگر تم تو ابو کو جانتی ہی ہو تو......" نوفل نے دھیرے دھیرے ساری بات سچ سچ بتا دی۔ جھوٹی تسلی یا بہلاوا دینا اسے ٹھیک نہیں لگا۔ بشریٰ چپ ہو گئی۔ اس کے سوا کوئی آپشن بھی نہ تھا۔ مگر اس خاموشی کے آسمان پہ خیالات کے پرندے بھٹکتے پھر رہے تھے۔

جہیز میں کم سے کم آئٹم رکھے تھے مگر کچھ چیزیں تھیں جو بہت ضروری اور ناگزیر تھیں۔ مثلاً پہناوئیاں ساس، سسر، پانچ نندیں اور ان کے شوہر صاحبان کم از کم بارہ جوڑے لینے تھے وہ بھی ذرا اچھی

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کوالٹی کے، ابھی خریدے نہیں گئے تھے مگر بھابھی کئی بار جتا چکی تھیں کہ "تمہی بھر رقم" پہناؤنیوں کے لیے بھی چاہیے۔"

کاش میں کسی قابل ہوتی تو نہ کسی پہ بوجھ بنتی، نہ اتنی باتیں اور طعنے سنتی۔ سفیان کا جوڑا دھوتے ہوئے وہ دل گرفتہ ہو رہی تھی۔ اور اس طرح کے خیالات اور رنج کوئی نئے نہیں تھے۔ آئے دن کا معمول تھے۔

میری خوشیاں بھی عجیب ہیں۔ پریشانی اور دکھوں کے سائے بھی ان کے ساتھ ساتھ چلتے ہیں۔ وہ توفل کے بارے میں سوچ کر خوش ہونا چاہتی تھی۔ آنے والی مسرت بھری زندگی کا تصور کر کے مسکرانا چاہتی تھی مگر کوئی نہ کوئی ٹینشن دامن سے لپٹی ہی رہتی تھی، وہ حساس تھی، سر جھٹک کر کسی بات کو نظر انداز کرنا یا فراموش کرنا اس کے بس میں نہیں تھا، لاکھ چاہنے پر بھی وہ تلخ اور خود غرض رویوں کو بھول جانے پر قادر نہیں تھی، گھر کے معاشی حقائق اور مسائل سے آنکھیں چرانے پر اسے دسترس نہ تھی وہ سب کچھ دیکھتی تھی، محسوس کرتی اور دل کی گہرائیوں میں جذب کر لیتی۔

توفل کا فون آیا تو وہ دل سے مسکرا بھی نہ سکی۔ وہ شرمندہ تھا کہ اپنے والد کو قائل نہ کر سکا۔

"کوئی بات نہیں، وہ بھی اپنی جگہ ٹھیک ہی ہیں۔" بشریٰ نے دھیمی سے جواب دیا۔

"مگر......"

"چھوڑو، کوئی اور بات کرو، کوئی اچھی سی بات۔"

"باتیں تو بہت ہیں کرنے کے لیے، مگر پھر تم یہ مت کہنا کہ چپ ہو جاؤ اب تم شروع ہو گئے۔"

"تم نے ہی تو کہا تھا اور نہ بھی کہتیں تو مجھے تو کہنا ہی تھا لوگ دن گن گن کے گزارتے تھے میں ایک ایک لمحہ ایک ایک پل گن رہا ہوں۔ کیا تمہارا انتظار بھی ایسا ہی ہے؟"

وہ سوال کر رہا تھا۔

اس سے بھی زیادہ، بشریٰ نے دل میں سوچا۔

اپنے گھر والے اگرچہ اسے بہت عزیز تھے مگر حالات کے گھنے جنگل میں گھر کر یوں بھٹک رہی تھی کہ یہاں سے نکلنے میں ہی عافیت اور نجات نظر آتی تھی۔ سارے مسائل، الجھنوں اور مشکلات کا ایک ہی حل تھا وہ تھا شادی، جس خوشی کو پانے کے لیے ذہنی دباؤ اور تکلیف سے گزر رہی تھی۔

"کچھ تو کہو۔" توفل نے اصرار کیا۔

"میں خوش ہونا چاہتی ہوں، خوش رہنا چاہتی ہوں مگر......" اس کی ادھوری بات توفل کو پوری سمجھ آ گئی تھی۔ وہ بشریٰ کے گھریلو حالات سے خوب اچھی طرح واقف تھا اور اس کی حساس طبیعت سے بھی۔

"پھر بہت سارے "مگر" درمیان میں آ جاتے ہیں۔۔۔"

"ان "مگر" کو بیچ میں سے نکال دو۔" توفل نے مشورہ دیا۔ بشریٰ نے کوشش کی لیکن کیا کیا جائے کہ جو "مگر" قسمت لے آتی ہے زندگی کے دوران، خوشیوں اور کامیابیوں کے درمیان وہی پاؤں کے کانٹے بن جاتے ہیں۔

☆☆☆

قائقہ کے سسر فوت ہو گئے، بیمار تو عرصے سے تھے۔ وقت اب آیا تھا۔ ان کا وقت رخصت بشریٰ کے لیے ایک اور آزمائش لے آیا۔

"تمہیں اپنے بھائی کی شادی میں جانا ہو تو چلی جانا، میں اور میرے بچے نہیں جائیں گے۔"

"کیوں؟" شوہر کے فرمان عالی شان پہ قائقہ دنگ رہ گئی۔ "تمہیں نظر نہیں آ رہا۔ ہم سب غم میں ہیں۔ میری ماں عدت میں ہیں۔ انہیں سوگ میں چھوڑ کر میں سسرالیوں کی خوشیوں میں شریک ہوں گا۔ اچھا لگے گا؟"

"جو اللہ کا حکم تھا، وہ ہو گیا۔ اس کی مرضی کے آگے کوئی کیا کر سکتا ہے؟ آپ تھوڑی دیر کو آ جائیے گا اور بچے بھلا کیسے رکیں گے؟ وہ تو کب سے توفل کی شادی کے انتظار میں تھے۔ اتنی تیاریاں کی ہیں۔" قائقہ بوکھلا گئی۔ مجازی خدا کے مزاج میں

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

قطری سختی اور درشتی تھی۔ بہت سے معاملات میں وہ سمجھوتہ کر لیتی، برداشت کر لیتی مگر یہ تو اکلوتے بھائی کی شادی کا معاملہ تھا۔

”میں کون سا کینسل کرنے کو کہہ رہا ہوں ایک ماہ باقی ہے تین ماہ اور آگے بڑھ جائے گی تو قیامت نہیں آجائے گی۔“

”مگر“

”میرے باپ کا معاملہ ہے اس لیے اگر مگر کر رہی ہو۔ اگر تمہارے سسر کی جگہ تمہارے والد ہوتے تو تب بھی یہ شادی اپنے وقت پر ہی ہوتی؟“ ایک ماہ بعد؟ شوہر نے تاک کے ایسا نشانہ مارا تھا کہ وہ آگے کچھ بول ہی نہ سکی۔ مگر میکے آکر تو بولنا اور بتانا ضروری تھا۔ ایک ہلچل مچ گئی۔ فائقہ کے والدین نے، بڑی بہنوں نے سمجھایا، فائقہ کی اساس سے بھی رجوع کیا گیا مگر نتیجہ وہی ڈھاک کے تین پات، شوہر صاحب اکڑے ہوئے تھے۔

گھر میں ہونے والا شور شرابا، ہنگامہ، ہلا گلا یکایک سکوت میں بدل گیا تھا—— یوں لگ رہا تھا کہ جیسے فائقہ کے سسرال میں نہیں بلکہ میکے میں میت ہوئی ہے۔ بشریٰ کے گھر تک بھی بات پہنچ گئی تھی۔ نوفل کے والدین انہیں آگاہ کرنے آئے تھے کہ وہ شادی آگے بڑھا رہے ہیں۔

”ایسے کیسے شادی آگے بڑھا دیں؟“ فرنیچر کا ایڈوانس دے دیا ہے، ہال کی بکنگ کیٹرنگ کو ایڈوانس دے دیا۔ کارڈ چھپ کر آ گئے۔“

ابو متوحش ہو کر بولے اس معاملے کی سن گن تو تھی انہیں مگر ان کا خیال تھا کہ نوفل کے والدین سلجھا لیں گے سنبھال لیں گے مگر انہوں نے تو یہاں آ کر ان سب کو الجھا دیا تھا۔

”ایک ہی تو بیٹا ہے ہمارا، کوئی بھی بیٹی داماد اس کے بیاہ شادی میں شریک نہ ہوئے تو کیا خوشی ہوگی ہم سب کو؟ سارا مزا ہی کرکرا ہو جائے گا۔“

”اب ہم کیا کر سکتے ہیں ہم بھی تو مجبور ہیں۔“ ابو جی بلبلا دیے۔

”بس کچھ مہینوں کی بات ہے بھائی صاحب، آپ سے زیادہ مجھے فکر ہے بشریٰ کی، میری بیٹی ہے وہ، میرا بس چلے تو آج ہی رخصت کرا کے لے جاؤں، اب کیا کروں مجبوری ایسی آن پڑی ہے۔ اس وقت تو آپ ہمارا ساتھ دیں بھائی صاحب، میں ہاتھ جوڑتی ہوں آپ کے آگے۔“ خالہ پہ رقت طاری ہو گئی۔

”یہ کیا کر رہی ہو۔“ ابو بدک کر پیچھے ہٹے۔

”خالہ پلیز ایسے تو نہ کریں، مل بیٹھ کر کوئی راستہ نکالتے ہیں آپ پریشان نہ ہوں۔“ نعمان نے خالہ کے جڑے ہوئے ہاتھ کھولے۔

☆☆☆

سہ پہر کے گئے گئے ابو اور نعمان بھائی گھر لوٹے تو مغرب کی اذان ہو چکی تھی، سرمگی غبار، تاریکی کا روپ دھارنے میں مصروف تھا۔ برآمدے میں بیٹھی بشریٰ آلو چھیل رہی تھی باپ اور بھائی کے چہروں پہ تھکن اور مایوسی رقم تھی، بھابھی کمرے سے باہر نکل آئیں۔

”کیا ہوا، کیا کہا منال کے بھائیوں نے؟“

بشریٰ مجسم سماعت بن گئی۔

”نہیں مانے۔“ نعمان نے نفی میں سر ہلایا۔

”ان کے پاس بھی وہی عذر ہیں ہر جگہ ایڈوانس دے دیا ہے ساری تیاریاں مکمل ہیں۔ پھر سفیان بھی تو راضی نہیں ہے۔ اپنی شادی آگے بڑھانے پر۔“

”اب کیا ہوگا؟“ بھابھی کے چہرے پر تشویش چھا گئی۔ ابھی تو سفیان نوٹ خرچ کر رہا تھا۔ بعد میں تو یہ سب نعمان کے سر پر ہی آنا تھا۔

”ہوگا کیا؟ بس سفیان کی کر دیں گے۔ بشریٰ کی رخصتی تو جبھی ہوگی جب اس کی سسرال سے بارات آئے گی۔“ ابو بہت دل شکستہ تھے بشریٰ کا دل جو دھیرے دھیرے اتھاہ گہرائیوں میں ڈوب رہا تھا یکایک ہی پاتال میں جا گرا۔

(دوسری اور آخری قسط آئندہ ماہ)

نعیمہ ناز

آسیب

مکمل ناول

بشریٰ گھر میں اپنے والد، دو بھائیوں اور بھابھی کے ساتھ رہتی ہے اس کی منگنی اپنے خالہ زاد نوفل سے ہو چکی ہے۔

خالو اور بشریٰ کے والد کی اکثر نوک جھوک اور تلخ کلامی ہوتی رہتی ہے۔ نعمان بھائی اور بھابھی اپنی چار بیٹیوں کے بعد بیٹے کی شدید خواہش رکھتے ہیں۔ آمدنی کم ہے مگر گزارہ ہو رہا ہے۔ جبکہ سفیان کی آمدنی اچھی ہے۔ وہ اپنی پسند کی شادی کے لیے اپنے والد سے اصرار کرتا ہے۔ شانو آپا والد کو رضامند کرنے میں اس کی مدد کرتی ہیں۔ سفیان کے ولیمے میں بشریٰ کی رخصتی طے ہوتی ہے۔ نوفل کے بہنوئی اپنے والد کے انتقال کی وجہ سے اپنی بیوی کو شادی میں شرکت سے روک دیتے ہیں جس کی وجہ سے نوفل اور بشریٰ شادی ملتوی ہو جاتی ہے۔

دوسری اور آخری قسط

رات صرف تاریک ہی نہیں بلکہ بھیگی ہوئی بھی تھی۔ شب کے آنچل میں اور اس کے سنگ بہتی ہوا میں آنسوؤں کی نمی تھی۔

موبائل کی اسکرین کئی بار روشن ہوئی پھر تاریک ہو گئی۔ بشریٰ نے اپنی بھیگی پلکوں کو خشک کیا اور موبائل آف کر دیا۔

عجیب سی کیفیت ہو رہی تھی اس کی کسی سے بات کرنے کو، کچھ کہنے کو، شکایت کرنے کو یا اپنے احساسات بیان کرنے کو دل نہیں چاہ رہا تھا۔ حتیٰ کہ نوفل سے بھی جو ——— کئی بار کال کر چکا تھا۔ میسج بھیج چکا تھا۔ مگر بشریٰ نے خاموشی اختیار کی ہوئی تھی۔ مگر یہ خاموشی بس اوپر اوپر کی تھی۔ اندر تو بہت شور برپا تھا۔ ان گنت سوالات تھے، شکوے تھے۔

میرے ساتھ ہی ہمیشہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دو قدم پر دکھائی دینے والی منزل ایک دم ہی کوسوں دور ہو جاتی ہے۔ اندھیرا چھٹتے چھٹتے جیسے ہی اجالوں کا

Scanned with CamScanner

گمان ہوتا ہے ویسے ہی پھر سے تاریکیوں کا راج ہو جاتا ہے۔

بشریٰ کو یاسیت نے جکڑا ہوا تھا۔

زندگی فقیر کا کشکول بن گئی تھی، جس میں خوشیوں کے، سکون کے، چمکتے سکے کم تھے بے بسی اور درد کے کھوٹے سکے زیادہ تھے۔

☆☆☆

موسم بدل رہا تھا۔ درختوں سے بچھڑے زرد پتے ہواؤں کی زد میں ادھر ادھر ڈول رہے تھے یا قدموں کے نیچے چرمرا رہے تھے۔ ٹنڈ منڈ شاخیں حسرت سے ان پتوں کو دیکھ رہی تھیں جو ہاتھ چھڑا کر الوداع کہہ رہے تھے۔ یہ انتظار کا موسم تھا۔ نئی کونپلیں کھلنے تک، ٹنڈ منڈ شاخوں کے ہرے بھرے ہونے تک نئی رنگوں کے پھول کھلنے تک ان خالی درختوں اور برہنہ ٹہنیوں کو انتظار کرنا تھا۔ مگر انتظار کا یہ موسم منال اور سفیان کے لیے نہیں تھا ان کی زندگی میں بہار آ رہی تھی۔ دونوں خوش تھے اور بہت خوش تھے مگر ان دو گھرانوں کی خوشیاں ماند پڑ گئی تھیں۔

نوفل کے گھر ہونے والا شور شرابا، ہلا گلا، ہنگامہ اور رونق سب پہ خاموشی کی دبیز چادر پھیل گئی تھی۔ خوشی سے کھلے ہوئے چمکتے چہرے بجھ سے گئے تھے۔

بشریٰ کپڑے تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔ زنیرہ آ گئی۔

"آپو شادی میں کتنے دن رہ گئے؟" بچوں کا روز کا سوال تھا۔

"بارہ دن۔"

"جب آپ دلہن بنیں گی نا، تو میں بھی دلہن بنوں گی۔" زنیرہ نے اعلان کیا۔

"مگر میں تو ابھی دلہن نہیں بن رہی۔"

"کیوں؟"

"بس یونہی...... ابھی میرا جوڑا تیار نہیں ہوا جب ہو جائے گا پھر......"

Scanned with CamScanner

''کب ہوگا؟'' زنیرہ کے تابڑ توڑ سوالات جاری تھے۔ ''کچھ وقت لگے گا۔''

''مناہل چچی کا جوڑا تیار ہوگیا؟''

''ہاں ان کا ہوگیا۔'' بشریٰ جیلس نہیں تھی لیکن اپنے لیے افسردہ تھی پھر بھی اس نے خوش رہنے کی یا کم از کم خوش نظر آنے کی کوشش کی۔ سفیان کی بارات میں کتنے ہی رشتے داروں اور ملنے والوں نے اس سے اظہار ہمدردی کیا اور اس کی مسکراہٹ بار بار کملا جاتی، چہرہ بجھ جاتا۔ نوفل کا سامنا کرنے سے بھی گریز کرتی رہی۔ خالہ اور ان کی ساری بیٹیاں بھی موجود تھیں سوائے ایک کے جس کے شوہر نے اپنی ماں کے ساتھ ساتھ بیوی اور بچوں کو بھی عدت میں بٹھا دیا تھا۔ سفیان اپنی دلہن رخصت کرا کے گھر لے آیا تھا۔

☆☆☆

بشریٰ کی آنکھ کھل گئی۔ مندی مندی آنکھوں سے اس نے آس پاس بے خبر سوئی زنیرہ اور بریرہ کو سیدھا کیا۔ دونوں گول مول سی پڑی ہوئی تھیں۔ وہ دوبارہ لیٹ گئی۔ آنکھیں بند تھیں مگر نیند غائب ہو چکی تھی۔ تھکن سے بدن ٹوٹ رہا تھا۔ فقط کل کی تھکن نہیں تھی بلکہ کئی دنوں کی تھی۔ آج بھی مختلف کاموں اور ذمے داریوں کا ایک ڈھیر تھا جن سے اسے نبرد آزما ہونا تھا۔

شانو آپا اور بڑی بھابھی نے بھی حتی المقدور ہاتھ بٹانے کی کوشش تو کی تھی مگر دونوں اپنے اپنے بچوں میں ایسی گھری ہوئی تھیں کہ ان کی ہر کوشش ادھوری اور ناکام ہی رہ جاتی تھی۔ آنکھیں ملتی ہوئی وہ کسل مندی سے اٹھ بیٹھی۔

دوپہر بارہ بجے تک مناہل کے گھر والے ناشتہ لے کر آئے۔ مناہل اور سفیان بھی تیار ہو کر ڈرائنگ روم میں آ گئے۔ گلابی کام دار جوڑے میں زیورات اور میک اپ سے آراستہ بہت پیاری اور کھلی کھلی لگ رہی تھی۔ سفیان کڑھائی والے کرتا شلوار میں ملبوس بے حد خوش اور تر و تازہ تھا۔

لمبے چوڑے دستر خوان پر ڈھیروں ڈھیر لوازمات موجود تھے۔ حلوہ پوری، مٹھائی، بریڈ، جیم، مکھن، کیک رس، رسک، انڈے، پراٹھے، جوس، دودھ، چائے بڑوں سے لے کر بچوں تک سب نے خوب ناشتے سے انصاف کیا۔

مہمان چلے گئے بشریٰ نے کچن سمیٹا۔ ڈھیروں ڈھیر برتن دھوئے۔ ابا ناشتہ کر کے باہر نکل گئے۔ بھابھی اور شانو آپا برآمدے میں بیٹھی محو گفتگو تھیں۔

''نصیب کے کھیل ہیں سب، مناہل کو دیکھو، چھ ماہ میں رشتہ بھی ہو گیا۔ شادی بھی ہوگئی۔ بشریٰ بے چاری کو چھ سال ہو گئے ہر بار کوئی نہ کوئی رکاوٹ آ جاتی ہے۔ ابھی دیکھ لو کام بنتے بنتے بگڑ گیا۔ اچھی بھلی شادی ہو رہی تھی۔ عین وقت پر مصیبت کھڑی ہو گئی۔ خدا جانے کسی کی نظر بد کھا گئی ہے یا قسمت کا دوش ہے۔''

بھابھی کی زبان فراٹے سے چل رہی تھی۔ ایک ایک لفظ بشریٰ کی سماعتوں سے خراج وصول کر رہا تھا۔ شانو آپا ہوں ہاں کرتی رہیں۔

''آج سفیان کے ولیمے میں ہی بشریٰ کی رخصتی ہو جاتی کتنا اچھا ہوتا اب چار مہینے بعد پھر دوبارہ وہی خرچے۔''

بھابھی نے ایک آہ بھری انہیں سب سے زیادہ ٹینشن اسی کی تھی کہ سفیان نے تو صاف انکار کر دیا تھا۔ اب بشریٰ کی بارات کی تقریب نعمان کے ذمے ہی لگنی تھی۔

''خالہ سے کہا تو تھا کہ رخصتی لے لیں۔ ولیمہ چار ماہ بعد کریں یا چھ ماہ بعد، ان کی مرضی، مگر وہ مانی ہی نہیں فائقہ کا میاں بھی تو اپنی اصلیت دکھا رہا ہے نا۔'' شانو آپا کا لہجہ تلخ ہوگیا۔

''مجھے تو اپنی بیٹیوں کا سوچ سوچ کے ہول ہوتی ہے۔ خدا جانے کیا ہوگا جب یہ بڑی ہوں گی۔''

''اللہ مالک ہے۔ سب اچھا ہی ہوگا۔ ابھی

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

سے کیوں ٹینشن لے رہی ہو۔" شانو آپا نے مدبر بن کر سر ہلایا۔

کچن سے فارغ ہو کر بشریٰ نے جلدی جلدی کپڑے پریس کیے۔ لوڈشیڈنگ کا وقت قریب تھا۔

شام میں سفیان نے منال اور بشریٰ کو پارلر چھوڑا۔ بیوٹیشن نے پہلے منال کو تیار کیا۔ سفیان کے ساتھ اس کا فوٹو شوٹ تھا۔

بشریٰ، ابو کے ساتھ ہال میں آگئی۔ جو گھر کے قریب ہی تھا۔ شانو آپا نے اپنے بچوں کو تیار کر کے ہال میں بھیج دیا تھا۔ تاکہ وہ خود سکون سے تیار ہو سکیں۔ بھابی کو بھی یہی مسئلہ درپیش تھا۔ نعمان بھائی اپنی بچیوں کو ہال میں لے آئے اور انہیں بشریٰ کے حوالے کر دیا۔ ان کے کپڑوں اور ساز و سامان کا شاپر بھی ہمراہ تھا۔

بشریٰ نے ڈریسنگ روم میں بچوں کو تیار کیا۔ دل اتنا بوجھل ہو رہا تھا کہ بچیوں کی معصوم باتوں سے بھی نہیں بہلا۔

کل رات شادی کی تقریب میں مہمانوں کی اکثریت نے اتنا اظہار ہمدردی کیا تھا کہ اسے آج اپنے بھائی کا ولیمہ اٹینڈ کرتے ہوئے خوف آ رہا تھا۔ لوگوں کی ترس بھری نگاہیں اور ہمدردی و تسلی کے کلمات اسے انتہائی کوفت میں مبتلا کر رہے تھے۔ اپنے بھائی کی خوشی میں پورے دل کے ساتھ شریک ہونا خاصا مشکل ہو گیا تھا۔

مہمان آنا شروع ہو گئے تھے۔ خالہ کی فیملی جلدی آ گئی تھی۔ بشریٰ نے سلام کیا تو خالہ نے اسے اپنے ساتھ چمٹا لیا۔

"نصیب میں نہیں تھا ورنہ آج اس وقت ہم باراتی بن کر آتے۔" خالہ کی آواز میں بڑی رقت تھی۔

بشریٰ نے ایک نظر نوفل کو دیکھا اس کے دل میں ہوک سی اٹھی۔ وہ کسی سے ملتے ہوئے مسکرا رہا تھا مگر اس مسکراہٹ میں کچھ کمی سی تھی اور شاید کچھ نمی میں بھی تھی۔ شاید نہیں یقیناً وہ بھی یہی سوچ رہا تھا جو بشریٰ کے دل میں تھا۔

نوفل نے کئی بار اسے مخاطب کرنے کی کوشش کی مگر وہ طرح دے گئی۔

"بات کیوں نہیں کر رہی ہو؟" نوفل نے بالآخر اسے کال کی۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا۔"

"دل کو کیا ہوا؟"

"تمہیں نہیں معلوم؟"

"یہ وقت بھی گزر ہی جائے گا۔" نوفل کی آواز

ابن انشاء کی معروف کتابیں

کتاب کا نام	قیمت	ڈسکاؤنٹ کے بعد
آپ سے کیا پردہ	600/-	450/-
باتیں انشاجی کی	600/-	450/-
بلو کا بستہ	225/-	168/-
قصہ ایک کنوارے کا	225/-	168/-

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کے ناول افسانے اب

25% رعایت کے ساتھ گھر بیٹھے منگوائیں۔

فری ڈلیوری۔ پاکستان میں ہر جگہ آن لائن منگوائیں۔

مزید معلومات کے لئے فون کریں

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32216361

Scanned with CamScanner

ویسی تھی مگر اس میں امید اور یقین کی جھلک تھی۔

"ہاں یہ وقت گزر جائے گا اور پھر شاید اس سے برا وقت آئے گا۔"

"اتنی نیگیٹو کیوں ہو رہی ہو۔ اچھا سوچو ان شاء اللہ اچھا ہی ہوگا۔"

"میں نے بہت اچھا اچھا ہی سوچا تھا مگر جو کچھ بھی ہوا وہ بد اور بدترین ہی تھا۔"

بشریٰ کی آواز بھیگنے لگی۔ نوفل بے بس ہو گیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے تسلی دے۔

پوری تقریب کے دوران وہ جھوٹی مسکراہٹ چہرے پر سجائے مہمانوں کا سامنا کرتی رہی۔

☆☆☆

شادی کے دو ہفتے بعد کھیر پکوائی ہو گئی اور نئی دلہن کا ہاتھ کام میں لگ گیا۔ جس کے بعد اب منال کو گھر کے کاموں میں ہاتھ بٹانا تھا۔ مگر اس نے ابتداء ہی سے بڑی بھابھی سے مقابلے کی فضا قائم کر لی۔ اسے بشریٰ پر شدید حیرت ہو رہی تھی۔

"سارا دن تم ہی کام میں لگی رہتی ہو۔ بھابھی تو مل کر پانی بھی نہیں پیتیں۔" کچن میں کام کرتی بشریٰ کو مخاطب کیا۔

"بچے چھوٹے ہیں ان کے جو ہو سکتا ہے وہ کر لیتی ہیں۔" بشریٰ نے سادگی سے ان کی صفائی پیش کی۔

"ہمت ہے تمہاری......"

"مجبوری ہے میری اور بے بسی بھی۔" بشریٰ نے دل میں سوچا منال کا موڈ ہوتا تو کوئی کام کر لیتی ورنہ انجان بن جاتی۔ بشریٰ کی ذمے داریوں میں اب ایک فرد کا اور اضافہ ہو گیا تھا۔

☆☆☆

وقت کے سمندر میں دن اور رات کی لہریں یکے بعد دیگرے آ رہی تھیں۔ موسم انگڑائیاں لے کر اپنی چال بدلنے کو تھا۔

ابا ایک شام نعمان اور سفیان کے ساتھ بیٹھک جما کر بیٹھ گئے۔ مسئلہ وہی تھا۔ بارات کی تقریب، کس کے کاندھوں پہ یہ ذمے داری ڈالی جائے؟ ابا نے زیادہ لمبی چوڑی تقریر نہیں کی، بس مختصر بات کی تھی۔

"ڈیڑھ ماہ ہے کیا کرنا ہے؟ کیسے کرنا ہے بتا دو تم دونوں مل کے کر لو آدھا آدھا خرچا ہو جائے گا۔"

"میں نے تو ابھی ابھی ولیمہ کیا ہے۔ اب دوبارہ اتنی رقم کہاں سے لاؤں؟" سفیان نے صاف ہری جھنڈی دکھائی۔

"سادگی سے کر لیتے ہیں ابا! قریبی رشتے داروں کو بلا کر رخصتی کر دیتے ہیں۔" نعمان بھائی نے مشورہ دیا۔

"ایسے کیسے کر دیں خاموشی سے؟ آخری بیاہ ہے ساری برادری کو بلانا پڑے گا ورنہ طعنے ملیں گے۔ سب سے پہلے تو تیرا خالو ہی نہیں چھوڑے گا۔" ابا نے یہ مشورہ تو فوراً ہی رد کر دیا۔

"کمیٹی کی بات کی تھی میں نے سبحان سے، ڈھائی لاکھ کی ہے۔ اگلے ماہ دینے پہ راضی ہے۔ تم دونوں مل کر بھر لینا جو مجھ سے ہو سکے گا دے دوں گا۔"

"ہر مہینے بیس ہزار بھرنے ہیں۔ دس ہزار روپے میں کہاں سے لاؤں گا۔ آج کل دھندا ویسے ہی مندا ہے۔" سفیان نے فوراً ہی حساب کتاب لگا لیا۔

"دھندا مندا ہو یا تگڑا ہو۔ محنت کرو اور نوٹ کماؤ۔ بہن کا بیاہ تو کرنا ہے۔"

"دس ہزار میرے لیے بھی بڑا اماؤنٹ ہے ابا۔ فیملی کو بھی دیکھنا ہے۔ میرا حال تو آپ کے سامنے ہی ہے۔"

"اب تو گھر کا حال بھی تمہارے سامنے ہے نا، بہن کی شادی کرنی ہے یا نہیں؟ منع کر دوں تیری خالہ کو؟" ابا جلال میں آ گئے۔

"میں سوچ کر بتاتا ہوں۔" نعمان نے دھیرے سے کہا۔

"میں بھی بعد میں بتاتا ہوں۔" سفیان جان چھڑا کر کھڑا ہو گیا۔

Scanned with CamScanner

"سالے بیویوں سے مشورہ کر کے بتائیں گے۔" ابا بڑبڑا کر رہ گئے۔

بیویوں سے مذاکرات کے باوجود بھی حالات جوں کے توں تھے نعمان بھائی اپنی کم آمدنی اور بڑھے ہوئے اخراجات کے ہاتھوں بے بس تھے، سفیان اکیلے یہ ذمے داری اٹھانے پر آمادہ نہیں تھا۔

دونوں بھائیوں اور بھابھیوں کا مشترکہ موقف یہ تھا کہ قریبی عزیز و اقارب کو بلا کر سادگی سے رخصتی کر دیں۔ مگر اس تجویز پر عمل درآمد کے لیے ابا راضی نہیں تھے۔ انہیں برادری میں اپنی ناک کٹنے کا خدشہ تھا۔ تینوں باپ بیٹوں میں روزانہ بحث ہوتی اور بغیر کسی نتیجے کے ختم ہو جاتی۔

☆☆☆

ایک روز خالہ اور خالو بات کرنے آ گئے۔ ڈرائنگ روم میں ابا کے ہمراہ بیٹھے، ابا کی بات سن کر وہ ہکا بکا رہ گئے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں بھائی صاحب چار ماہ پہلے ہی شادی آگے بڑھ چکی ہے۔ اب آپ مزید آگے بڑھا رہے ہیں۔ یہ تو بہت مشکل ہو جائے گی۔"

"مجبوری ہے پہلے تو سفیان کے ولیمے میں ہی معاملہ نبٹ جاتا، اب کمیٹی تین ماہ بعد ملے گی تو کام ہو گا۔ ویسے بھی چار ماہ آپ نے انتظار کروایا۔ اب تھوڑا انتظار آپ لوگ کریں۔"

"بدلہ لے رہے ہو؟" خالو کا لہجہ تند ہوا۔

"مجبوری ہے پہلے آپ کی تھی اب ہماری ہے۔" ابا نے جواب دیا۔

"بھائی صاحب! آپ شربت کے گلاس پہ بھی رخصتی کر دیں ہمیں کچھ نہیں چاہیے۔ مگر شادی کو مزید آگے نہ بڑھائیں۔ یہ اچھا شگن نہیں ہے۔" خالہ نے منت کی۔

"اب ایسا گیا گزرا وقت تو نہیں آیا کہ چوروں کی طرح بیٹی کو رخصت کر دوں۔ دھوم دھام سے بیاہ ہو گا جیسے اور بچوں کا کیا ہے۔" ابا کا لہجہ قطعی تھا۔

"ہمیں دھوم دھڑکا نہیں چاہیے۔ بس لڑکی چاہیے۔ شادی آگے نہیں بڑھے گی اپنے وقت پر ہو گی جو طے ہوا تھا۔" خالو نے مداخلت کی۔

"طے تو یہ ہوا تھا کہ سفیان کے ولیمے پر بشریٰ کی رخصتی ہو گی تو کیوں نہیں لی اس وقت؟" ابا گرم ہو گئے۔

"بھائی صاحب آپ معاملے کی نزاکت سمجھیں، ضد نہ لگائیں۔" خالو کے کچھ کہنے سے خالہ نے نرم لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی۔ مگر خالو بیچ میں بول پڑے۔

ابا کے جواب دینے پر دونوں میں گرما گرمی بڑھتی چلی گئی۔ خالہ گھبرا گئیں۔ ڈرائنگ روم سے آتی آوازوں کو سن کر بشریٰ کا دل بری طرح گھبرانے لگا۔ زندگی کے امتحان کبھی ختم ہوں گے یا نہیں؟

☆☆☆

دو روز سے موسم عجیب سا ہو رہا تھا۔ تیز ہوا کے جھونکے اپنے ساتھ دھول مٹی لے کر آتے اور ہر جگہ اپنے نشانات چھوڑ دیتے۔ بشریٰ جھاڑ پونچھ کر کر کے عاجز ہو رہی تھی۔ بچوں کو کھانا دے کر وہ کچھ دیر آرام کی غرض سے لیٹ گئی۔ مشکل سے ایک گھنٹہ سوئی تھی کہ بچوں کے شور شرابے سے آنکھ کھل گئی۔ کمرے سے باہر وہ آئی اور اچانک چکرا کر گر پڑی۔

"آپو گر گئیں۔" بچوں نے شور مچا دیا۔ بھابھی اور منال اپنے اپنے کمروں سے نکل کر آ گئیں۔ بشریٰ فرش پر بے سدھ پڑی تھی۔ آنکھیں بند تھیں گھر پر اور کوئی نہیں تھا۔

دونوں نے خود ہی بشریٰ کو اٹھانے کی کوشش کی مگر ناکام رہیں۔ پھر جیسے تیسے گھسیٹ کر اسے کمرے میں لائیں۔ اتنے میں ابا اور سفیان بھی آگے پیچھے آ گئے۔

"کیا ہوا؟" وہ دونوں گھبرائے ہوئے کمرے میں آ گئے۔ جہاں بھابھی پانی کے چھینٹے ڈال کر بشریٰ کو ہوش میں لانے کی کوشش کر رہی تھیں۔

Scanned with CamScanner

اچانک بشریٰ کے گلے سے خرخراہٹ کی آوازیں نکلیں اور عجیب طریقے سے وہ گہری گہری سانس لینے لگی۔ ہر سانس کے ساتھ جو آواز اس کے حلق سے نکل رہی تھی۔ وہ غیر انسانی تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے بشریٰ نے آنکھیں کھول دیں مگر وہ اپنے ہوش و حواس میں نہیں تھی۔ اس کے ہاتھ اور کلائیاں مڑی ہوئی تھیں۔ ہونٹ بھینچے ہوئے اور آنکھیں ہر قسم کے تاثرات اور احساسات سے خالی پتلیاں آنکھوں کے انتہائی کناروں پر بس ایک طرف دیکھ رہی تھیں۔

"ہائے اللہ، یہ تو کچھ اور ہی حالت ہے۔ سفیان جا کر شگو خالہ کو بلا۔" بھابھی نے سراسیمہ ہو کر سفیان نے کہا۔" وہ فوراً ہی شگو خالہ کو بلانے چلا گیا۔

بھابھی اور منال بشریٰ کو سنبھالنے لگیں جو بار بار کھڑا ہونے کی کوشش کر رہی تھی۔ دونوں نے بشریٰ کا ایک ایک ہاتھ پکڑا ہوا تھا اور بار بار اسے بٹھا رہی تھیں۔

شگو خالہ فوراً ہی آ گئیں۔ وہ محلے کی عورتوں کی پیرنی تھیں۔ دم درود اور جھاڑ پھونک میں مہارت رکھتی تھیں۔

بشریٰ کا انہوں نے بغور جائزہ لیا اور پھر اس کے دائیں ہاتھ کی چھوٹی انگلی پکڑ کر قرآن کی سورتیں پڑھنے لگیں۔ ابتدا انہوں نے معوذتین (سورۂ فلق، سورۂ ناس) سے کی۔ بشریٰ بیٹھی ہوئی ادھر ادھر جھوم رہی تھی۔ جیسے ہی شگو خالہ نے اس کی انگلی پکڑ کر پڑھنا شروع کیا۔ وہ چیخنے لگی۔

"چھوڑ دو، چھوڑ دو۔"

شگو خالہ کچھ دیر متواتر پڑھتی رہیں۔ اس دوران بشریٰ نے کئی بار کھڑے ہونے کی اور اپنے ہاتھ چھڑانے کی کوشش کی مگر ناکام رہی۔ پھر شگو خالہ نے پڑھائی بند کی اور بولیں۔

"تو جو کوئی بھی ہے تجھے حضرت سلیمان علیہ اسلام کی قسم، یہاں سے جا۔ معصوم جان کو کیوں پریشان کیا ہے۔"

"نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی۔ بشریٰ غیر انسانی آواز میں بار بار ایک ہی بات دہرا رہی تھی۔ اور یہی دہراتے دہراتے وہ اچانک بے سدھ ہو گئی۔ کچھ دیر بعد اس نے آنکھیں کھولیں تو اس کی آنکھوں اور چہرے کے تاثرات بالکل پہلے کی طرح نارمل تھے۔ اس نے شگو خالہ سمیت گھر کے افراد کو اپنے گرد اکٹھا دیکھا تو پریشان ہو گئی۔

"کیا ہوا؟"

"کچھ نہیں بیٹا تمہیں چکر آ گیا تھا گر پڑیں تو سب جمع ہو گئے اسے جوس وغیرہ پلاؤ۔" شگو خالہ نے منال سے کہا اور بڑی بھابھی کو اشارہ کیا۔ خود کمرے سے باہر آ گئیں۔ پیچھے پیچھے بڑی بھابھی ابا اور سفیان بھی آ گئے۔

"کیا معاملہ ہے، کیا ہو گیا اسے؟" جو کچھ انہوں نے دیکھا اس کا خوف ان کے چہروں پہ رقم تھا۔

"جھپیٹے میں آ گئی ہے بچی، بری مسجد لے جاؤ وہاں کے مولانا صاحب بہت پہنچے ہوئے ہیں۔ بڑے بڑے جن اتارے ہیں انہوں نے۔"

اتنے میں منال نے گھبرائی ہوئی آواز میں سفیان کو بلایا۔

بشریٰ پر پھر وہی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ سب دوبارہ کمرے میں بشریٰ کے گرد جمع ہو گئے۔

"جلدی سے رکشہ لے آؤ جب تک میں سنبھالتی ہوں اسے۔" شگو خالہ نے سفیان کو ہدایت کی اور خود بشریٰ کے دائیں ہاتھ کی چھنگیا پکڑ کر دعائیں پڑھنے لگیں۔

رکشہ آ گیا۔ بشریٰ کو زبردستی کسی نہ کسی طرح بٹھایا۔ وہ جانے پر راضی نہیں تھی۔ منال اور سفیان اس کے دائیں بائیں بیٹھے ابا رکشہ ڈرائیور کے ساتھ ٹک گئے۔

جیسے ہی مسجد پہنچے بشریٰ اکڑ گئی اور رکشے سے اترنے سے انکاری ہو گئی۔

"چھوڑ دو، چھوڑ دو مجھے، نہیں جاؤں گی، نہیں جاؤں گی۔" منال اور سفیان اسے زبردستی اندر لے

Scanned with CamScanner

گئے۔

مولانا صاحب نے تسبیح پڑھتے ہوئے اپنی موٹی غلافی آنکھیں اوپر اٹھائیں۔ ایک نظر بشریٰ کو دیکھا اور مسکرا دیے۔

"وہ بھی کمزوری ہے اس بچی کی طرح، اسی کی ہم عمر ہے پریشان مت ہوں۔ جلدی پیچھا چھوڑ دے گی۔"

"کون؟" منائل نے خوف زدہ ہو کر پہلے انہیں پھر بشریٰ کو دیکھا۔

"ہمارے علاوہ بھی دنیا میں اور دوسری مخلوقات ہیں۔ ہمارے آس پاس بھی ہوتی ہیں۔ کوئی بے احتیاطی یا گستاخی ہو جائے یا پسندیدگی کے بھی معاملات ہوتے ہیں تو وہ کسی پر بھی ظاہر ہو جاتی ہیں۔" منائل کو جواب دے کر وہ بشریٰ کی طرف متوجہ ہوئے جو بیٹھی بیٹھی جھوم رہی تھی۔

مولانا صاحب نے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا اور پڑھنا شروع کیا۔ بشریٰ پہ دم کر کے انہوں نے ایک تعویذ گلے میں ڈالنے کے لیے دیا۔ ایک تعویذ سر پہ رگڑنے کے لیے اور دم کیا ہوا پانی پلانے کے لیے دیا۔

مولانا صاحب کا ہدیہ دو ہزار روپے تھا۔ ابا اور سفیان دونوں نے ملا کر یہ ہدیہ ادا کیا اور گھر چلے آئے۔ گھر میں محلے کی عورتوں کے ساتھ ساتھ خالہ اور فائقہ بھی موجود تھیں۔

"کیا ہو گیا میری بچی کو؟" خالہ مضطرب ہو کر ان کی طرف لپکیں۔

"اللہ جانے، بیٹھے بٹھائے کیا نئی افتاد آن پڑی سر پہ۔" ابا منہ ہی منہ میں بڑبڑا کر ایک طرف بیٹھ گئے۔ ان کا سر بری طرح چکرا رہا تھا ان کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا ادھر بشریٰ گم صم کمرے میں ایک طرف لیٹی تھی۔ کچھ دیر بعد پھر اس کی کیفیت ویسی ہی ہونے لگی۔ عجیب غیر انسانی آواز سے سہمے ہوئے گہرے سانس تمام جسم اور ہاتھ پیروں پہ تشنج کی سی کیفیت، آنکھوں کی پتلیاں اوپر چڑھ گئیں۔ شگو خالہ سمیت دو عورتوں نے مضبوطی سے اس کے ہاتھ پکڑ لیے جنہیں چھڑانے کی کوشش کرتے ہوئے وہ زور آزمائی کر رہی تھی۔ "چھوڑ دو، مجھے چھوڑ دو۔"

منائل نے مولانا صاحب کا دیا ہوا تعویذ بشریٰ کے سر پہ رگڑا اور سفیان نے دم کیا ہوا پانی زبردستی اس کے منہ میں ڈالا۔ بشریٰ نے سختی سے اپنا منہ بھینچ رکھا تھا۔

"پینے نہیں دے رہی۔ دیکھو ذرا کیسے بچی کا منہ بند کر رکھا ہے۔" شگو خالہ نے تاسف سے بشریٰ کو دیکھتے ہوئے نادیدہ مخلوق پر تبصرہ کیا۔

"کوئی مونث ہے؟" کسی نے سوال کیا۔

منائل مولانا صاحب کی بتائی گئی معلومات دینے لگی۔ جس پر مختلف خواتین کی مختلف رائے تھی۔

"مجھے تو کسی کی سواری لگ رہی ہے۔"

"کوئی نہیں، وہ تو اچھے بزرگوں کی ہوتی ہے۔ اس میں ایسی حالت نہیں ہوتی یہ تو کوئی شریر مخلوق ہے۔ جھپیٹے میں آئی ہے۔" شاہدہ بھابھی نے اختلاف کیا۔

"کہیں گئی تھی کیا؟ یہ جو اسکول کے پاس پیپل کا پیڑ ہے۔ یہاں سے تو نہیں گزری؟ کئی عورتوں پہ یہ آسیب آ چکا ہے؟ یہ تو بہت طاقت ور ہے۔ کسی عام مولوی کے بس کا نہیں ہے۔"

"کہیں بھی نہیں گئی تھی۔ گھر میں ہی تھی۔" بھابھی نے جواب دیا۔

"اوپر گئی ہو گی چھت پر، یہ اپنی گلی سے لے کر ادھر برگد کے پیڑ تک چھلاووں کی گزرگاہ ہے۔ ننگے سر، کھلے بال چھت پر جاؤ تو یہ چھلاوے گھیر لیتے ہیں۔ میری جیٹھانی کی بیٹی کے ساتھ بھی یہی ہوا تھا۔ تین ہٹی والی سرکار سے علاج کرایا۔ تب کہیں جا کر جان چھوٹی۔" عالیہ بھابھی نے وثوق سے اپنی رائے اور مشاہدہ شیئر کیا۔

خالہ ٹکر ٹکر ایک ایک کی شکل دیکھ رہی تھیں پھر اور آخر میں ان کی نظریں بشریٰ پر ٹک جاتیں، ان کا دماغ ماؤف ہو رہا تھا کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا کہ کیا

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کریں، کیا کہیں؟

"امی مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔" فائقہ کے چہرے پہ شدید خوف تھا۔ بشریٰ کو دیکھتے ہوئے اس کی نگاہوں میں ترحم بھی تھا اور ڈر بھی۔

"میں گھر جاؤں؟"

"جاؤ۔"

ایک ایک کر کے محلے کی عورتیں چلی گئیں۔ اور جانے سے پہلے سب نے ہی بھانت بھانت کے قصے اور واقعات سنائے اور انواع و اقسام کے مشورے دیے۔

خالہ وہیں بیٹھی رہیں۔ دو ڈھائی گھنٹے میں تقریباً پانچ سے چھ بار بشریٰ کی وہی حالت ہوئی، ہر بار اس کے سر پہ تعویذ رگڑ کے زبردستی منہ کھول کے دم کیا ہوا پانی ڈالا جاتا اور تھوڑی دیر بعد وہ بے سدھ ہو جاتی۔ اس وقت وہ سو گئی تھی۔

خالہ نے اس کا زرد اور کمزور چہرہ دیکھا پھر بھابھی اور مناہل کی طرف متوجہ ہوئیں۔ مگر دونوں کے پاس بتانے، سنانے کو کوئی نئی بات نہیں تھی۔ وہی باتیں جو پہلے بتائی تھیں۔ دوبارہ کہہ دیں۔

"ایسے کیسے بیٹھے بٹھائے یہ حالت ہو گئی؟"

خالہ نے اپنا سر پکڑ لیا۔

"اوپر چھت پر تو کسی نہ کسی کام سے جاتی ہی رہتی ہے۔ کل کپڑے دھوئے تھے۔ دن میں پھیلانے گئی۔ بچوں کے کچھ کپڑے مغرب کے وقت لے آئی تھی۔ شاید جب ہی کچھ ہوا ہے۔" بڑی بھابھی دھیرے سے بولیں۔

"مولانا صاحب نے ہر دوسرے دن دم کرنے کے لیے بلایا تھا۔ دو ہفتے کا وقت دیا تھا اور دعویٰ کیا تھا کہ وہ جو بھی نادیدہ مخلوق ہے دو ہفتے کے اندر اندر بھاگ جائے گی اور بشریٰ ٹھیک ہو جائے گی۔"

"بچیوں کا کیا کروں؟" بھابھی پریشان بھی تھیں اور سہمی ہوئی بھی۔ ان کے بچوں کا زیادہ وقت تو بشریٰ کے ساتھ ہی گزرتا تھا۔ اب ایسی صورت حال میں چھوٹی چھوٹی بچیوں کا بشریٰ کے ساتھ رہنا؟

یہ مشکل شگو خالہ نے دور کر دی۔ انہوں نے خود بھی دعائیں پڑھ کر حصار باندھ دیا تھا۔ پھر بھابھی کی مزید تسلی کے لیے مولانا صاحب سے تعویذ لا کر بچیوں کے گلے میں ڈال دیے تھے۔

☆☆☆

خالہ بہت دیر بیٹھ کر اپنے گھر گئیں۔ فائقہ نے ساری بہنوں کو فون کھڑکا دیے تھے۔ کل سب کی سب آ رہی تھیں۔ فائقہ نے اپنی آنکھوں دیکھا جو حال بہنوں کو سنایا تھا اسے سن کر سب ہی حواس باختہ ہو گئی تھیں اور اب ماں کو کال کر کے پوچھ رہی تھیں۔

"کیا ہوا؟ کیسے ہوا؟ کیوں ہوا؟ اب کیا ہو گا؟"

خالہ کے پاس تو کیا بشریٰ کے گھر میں بھی کسی کے پاس ان میں سے کسی سوال کا کوئی جواب نہیں تھا۔

نوفل آیا اور سن کر ہکا بکا رہ گیا۔

"میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے بھائی! بالکل ایسا لگ رہا تھا جیسے میں کوئی ہارر موری دیکھ رہی ہوں۔ بہت ہی ڈر لگ رہا تھا، میں تو گھر آ کر بھی کتنی دیر دعائیں پڑھتی رہی۔" فائقہ کو بولتے بولتے جھرجھری آ گئی۔

"میں خالو سے مل کر آتا ہوں۔" نوفل فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔

"بیٹھ جاؤ صاحب زادے ان سے مل کر کیا کرو گے؟ خدا جانے کس قسم کا آسیب ہے اس گھر میں اور اس لڑکی پہ کوئی بلا ہمارے گھر تک آ گئی خدانخواستہ تو ہم کیا کر لیں گے۔" خالو نے حکم دیا۔

"مگر ابو! اس وقت انہیں ہماری مورل سپورٹ کی ضرورت ہے۔" نوفل نے احتجاج کیا۔

"اس وقت ہمیں اپنے بچاؤ کی ضرورت ہے۔ تمہاری ماں کا جانا کافی ہے بس اور کسی کو وہاں جانے کی ضرورت نہیں ہے۔" ابو کا لہجہ سخت تھا۔

"امی!" نوفل نے مدد کے لیے ماں کو دیکھا۔

"تمہارے ابو ٹھیک کہہ رہے ہیں نوفل، ذرا

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ٹھہر جاؤ۔ مولوی صاحب نے دو ہفتے کا وقت دیا ہے یہ دن نکل جائیں پھر چلے جانا۔" امی کی آواز میں مایوسی اور بے بسی تھی۔

"امی...... آپ بھی؟"

"بیٹا! ہم انسانوں کا اور حالات کا مقابلہ کر سکتے ہیں مگر ایسی ان دیکھی مخلوقات کا مقابلہ ہمارے بس کی بات نہیں، خدانخواستہ تمہیں کوئی نقصان پہنچ گیا تو ہم کیا کریں گے؟"

"امی ٹھیک کہہ رہی ہیں بھائی میری سسرال میں بھی ایک لڑکی کے ساتھ یہی ہوا تھا۔ جن آ گیا تھا اس پر اور جس لڑکے کے ساتھ رشتہ طے تھا۔ جن نے اسے بھی اتنا تنگ کیا، اتنا پریشان کیا کہ رشتہ ہی ختم کرنا پڑا۔" فائقہ نے آنکھیں پھیلا کر والدین کی حمایت کی۔

"میری تو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا، کیا واقعی یہ سب ہوتا ہے؟" نوفل نے پریشانی کے عالم میں اپنا سر تھام لیا۔

"کیوں نہیں ہوتا۔ جنوں کا ذکر تو قرآن میں بھی آیا ہے۔ اپنے محلے میں شکور انکل کی بہو پہ بھی تو جن آ گیا تھا۔ ہے نا امی بے چاری ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئیں۔"

فائقہ نے ماں سے تصدیق چاہی جو ہوں ہاں بھی نہ کر سکیں کہ اپنی ادھیڑ بن میں تھیں۔

"خدا بہتر جانتا ہے ان بچوں کی قسمتوں میں کیا لکھا ہے۔ انہوں نے ترحم اور بے بسی کے ملے جلے جذبات کے ساتھ اپنے بیٹے کا چہرہ دیکھا جو یکا یک بجھ گیا تھا۔"

تاریک شب کی سحر ہو تو جاتی ہے مگر کون جانے کہ یہ صبح کب ہوگی؟ کب پو پھٹے گی؟ کب اجالا ہو گا؟

☆☆☆

شادو آپا اپنے بھاری بھرکم وجود کے ساتھ افتاں و خیزاں گھر پہنچیں تھیں۔ انہیں سفیان نے کال کر کے بلایا تھا۔ بتایا کچھ نہیں بس یہ کہا تھا کہ بشریٰ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے۔

گھر آنے کے بعد جب انہیں بھابھی نے صورت حال سے آگاہ کیا تو ان کا چہرہ متغیر ہو گیا۔

"یہ کیا ہو گیا؟ شادی سر پہ ہے اور یہ نئی مصیبت سر پر آ گئی۔ وہ بے چاری روہانسی ہو گئیں۔

"مولوی صاحب نے کیا بتایا ہے؟" اپنے آنسو صاف کر کے وہ دوبارہ گویا ہوئیں بھابھی نے ایک بار پھر ساری تفصیلات دہرائیں۔ جنہیں سن کر آپا نے رائے دی۔

"مغرب کے وقت اوپر گئی تھی نا، چھلاوے کے جھپنے میں آ گئی۔"

"ہو سکتا ہے۔" بھابھی نے اپنی پیشانی مسلی۔ ان کے سر میں درد شروع ہو گیا تھا۔

"خالہ آئی تھیں؟"

"ہاں، فائقہ بھی آئی تھی۔"

"اور کوئی نہیں آیا؟ خالو، نوفل وغیرہ؟"

"نہیں۔"

"ایسی باتیں سن کر کون آتا ہے۔" آپا نے مایوسی کے عالم میں خود کلامی کی۔

"اب کیا ہو گا ابا، شادی کیسے ہو گی؟ ایسی چیزیں اتنی آسانی سے تو پیچھا نہیں چھوڑتیں، کبھی کبھی تو خدانخواستہ ساری عمر ہی......"

آپا کی آواز بھرا گئی۔ انہیں بانو دادی یاد آ گئیں جو ابا کی خالہ تھیں۔ بہت خوب صورت تھیں۔ جوانی میں ان پر جن آ گیا تھا جس نے بڑھاپے میں بھی ساتھ نہیں چھوڑا۔ وہ اکثر بیٹھے بیٹھے بے ہوش ہو جاتیں، گھنٹوں خلاؤں میں کسی نادیدہ شے کو گھورتی رہتیں، لایعنی الفاظ بڑبڑاتیں جو کبھی کسی کی سمجھ میں نہیں آئے۔ ان کی آنکھیں سرخ ہو جاتیں ہر ایک پہ ہر بات پہ غصہ آنے لگتا ان کا آسیب ان کی موت کے ساتھ ہی ٹلا۔

بانو دادی کو یاد کرتے ہوئے آپا نے بشریٰ کا تصور کیا اور ان کا دل سہم گیا۔ خوف کے مارے جھرجھری سی آ گئی۔ وہ بشریٰ کے سرہانے بیٹھ گئیں۔

Scanned with CamScanner

وہ غنودگی میں تھی۔

"یا اللہ میری بہن کو ٹھیک کر دے۔ وہ جو کوئی بھی بلا ہے آسیب ہے چھلاوا ہے یا کوئی جن، جو کچھ بھی ہے۔ یا اللہ اس مصیبت کو میری بہن سے دور کر دے۔"

صدق دل سے دعا مانگتے ہوئے انہوں نے اپنی بھیگی آنکھیں صاف کیں۔

کچھ دیر بعد بشریٰ بیدار ہو گئی تھی۔

"آپا، آپ کب آئیں، بچے کہاں ہیں۔" بال سمیٹتی ہوئی وہ کسل مندی سے اٹھ بیٹھی۔

"کافی دیر پہلے آئی تھی، بچوں کو گھر چھوڑ آئی ہوں میں تو بس تمہیں دیکھنے آئی تھی۔"

"مجھے؟ مجھے کیا ہوا ہے؟" بشریٰ کی آنکھوں میں حیرت تھی۔

"کچھ خاص نہیں، تم چکرا کے گر پڑی تھیں۔ تھوڑی دیر پہلے آپا کا فون آیا تو میں نے ذکر کر دیا۔ وہ تمہیں دیکھنے آ گئیں۔" آپا کے گڑبڑانے پر منائل نے آگے بڑھ کر بات سنبھالی۔

"میں چکرا کے گر پڑی؟ کب؟" بشریٰ مزید حیران ہونے کے ساتھ اب کچھ پریشان بھی تھی۔

"دوپہر کی بات ہے، چلو چھوڑو، تم پریشان مت ہو، کبھی کبھی ہو جاتا ہے۔" بھابھی نے تسلی آمیز لہجے میں کہا۔

"تو کیا میں دوپہر سے اب تک سوتی رہی ہوں؟" بشریٰ کو کچھ یاد نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہوا ہے؟ وہ کس کیفیت اور حالت سے گزری تھی اسے کہاں لے کر گئے تھے۔ اسے کچھ یاد نہیں تھا۔

"میں کھانا لے آتی ہوں۔ تم کھانا کھالو۔" منائل نے اپنائیت سے کہا۔ شانو آپا کچھ دیر مزید بیٹھ کر چلی گئیں۔

رات بھر گھر والے جاگتے رہے۔ اور رات میں پھر چند بار وہی حالت، باری باری سب جاگتے رہے اور بشریٰ کو دیکھتے رہے۔

"اب کیا ہوگا نعمان؟ ایسے کیسے چلے گا؟"

"میں اکیلی بچوں کو بھی سنبھالوں، کام بھی کروں، پھر بشریٰ کو بھی دیکھنا ہوتا ہے۔" بھابھی بے انتہا گھبرا گئی تھیں۔ شوہر کے آگے دکھڑا رویا تو ان کی نگاہوں میں خفگی ابھر آئی۔

"بہت خودغرض سیلفش ہو تمہیں اپنے آرام کی فکر ہے بشریٰ کا تو سوچو، کتنی بڑی مصیبت بیٹھے بٹھائے گلے پڑ گئی۔ اس کی شادی ہونے والی ہے۔ ایسی باتیں سن کر کون ثابت قدم رہتا ہے۔ خالہ کے گھر سے سوائے خالہ کے اور کوئی نہیں آیا۔ بشریٰ کا احوال پوچھنے مجھے نوفل سے بڑی امید تھی مگر وہ بھی......"

نعمان بھائی نے تاسف سے کہتے ہوئے بات ادھوری چھوڑ دی۔ ان کے چہرے پہ دکھ کی تحریر رقم تھی۔ بھابھی کو کچھ دیر خاموشی نے آن گھیرا۔

"مجھے سب سے زیادہ بچیوں کی فکر ہو رہی ہے۔ وہ بہت چھوٹی ہیں ابھی اور......" بھابھی نے بات ادھوری چھوڑ دی۔

"میرا تو دماغ ماؤف ہو رہا ہے۔ کچھ سمجھ نہیں آ رہا کیا کروں؟" نعمان نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

دن نکلا تو نعمان ڈیوٹی پر چلا گیا۔ ابا اور سفیان گھر پر ہی تھے ذرا دن چڑھے شکو خالہ اور خالہ آگے پیچھے آ گئیں۔ بھابھی بچوں کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ منائل کچن میں کام کر رہی تھی۔ سفیان اور ابا بشریٰ کو دم کروانے مولانا صاحب کے پاس لے گئے۔ خالہ گھر آئیں تو فائقہ آئی ہوئی تھی۔ ماں سے بشریٰ کا احوال سن کر وہ دنگ رہ گئی۔

"ہائے اللہ امی، ایسی چیزیں تو ساری زندگی بھی پیچھا نہیں چھوڑتیں اب شادی کیسے ہوگی؟ بھائی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔" فائقہ کی آنکھیں پھیل گئیں۔ لہجے میں ہزار اندیشے بول رہے تھے۔

"اللہ مالک ہے۔" امی چپ چپ تھیں۔ دوپہر تک اور بیٹیاں بھی آ گئیں۔ سب کو بشریٰ سے ہمدردی بہت تھی مگر اپنے اور اپنے بچوں کے لیے

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

1

خوف زدہ بھی بہت تھیں۔ لہذا بشریٰ کے گھر کوئی نہ جا سکا۔

نوفل کو بھی بہنوں نے وہاں جانے سے منع کر دیا۔

"ایک ہی بھائی ہے ہمارا ان کے لیے کوئی رسک نہیں لے سکتے ہم۔" وہ سب ہم زبان و یک جان ہو کر ماں کے سامنے بولیں۔

"اگر کوئی چڑیل بھوتنی یا جنی مجھ پہ آ جاتی تو تم لوگ کیا کرتے؟" نوفل نے سوال کیا۔

"مردوں پہ اس قسم کی مخلوقات نہیں آتیں۔" باجی نے تبصرہ کیا۔

"کیوں؟"

"ہو سکتا ہے ان کی دنیا میں بھی ہم انسانوں کی طرح کے معاملات ہوں مردوں کو سب کچھ کرنے کی آزادی ہو خواتین پر پابندیاں ہوں۔" باجی کے بے ساختہ بولنے پر اتنے سنجیدہ اور کشیدہ ماحول میں بھی سب کے چہروں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

☆☆☆

شگو خالہ نے ایک دزدیدہ نگاہ بشریٰ پر ڈالی جو یونہی بیٹھی خلاؤں میں گھور رہی تھی۔

"کیا کہا مولانا صاحب نے؟" انہوں نے بھابھی کے کانوں میں سرگوشی کی۔

"پڑھائی کر رہے ہیں۔ دو تین باتوں سے منع کیا ہے ایک تو زیادہ لوگوں سے ملنے جلنے کو منع کیا ہے۔ خصوصاً گھر سے باہر کے لوگ اور مرغن اور مزے دار کھانے منع کیے ہیں۔" بشریٰ جو کھانے کی فرمائش کرے۔ وہ تو بالکل منع ہے۔"

"ہاں ایسے معاملات میں اچھا کھانا پینا تو منع ہی ہوتا ہے۔ بشریٰ تھوڑی کھائے گی۔ اصل میں تو وہ کھائے گی۔" شگو خالہ نے اپنی معلومات کا مظاہرہ کیا۔

"مولانا صاحب بھی یہی کہہ رہے تھے۔ اور بہت کچھ بتایا ہے انہوں نے۔" بھابھی تقریباً سرگوشی میں بات کر رہی تھیں۔

"اچھا۔" شگو خالہ کی آنکھوں میں دلچسپی اور تجسس کی چمک ابھری۔

"ہندو ہے۔ ایک نہیں ہے پورا خاندان ہے۔ گراؤنڈ کے پاس جو نالہ ہے نا، وہاں بسیرا ہے۔ بشریٰ جیسی ہی کم عمر لڑکی ہے۔ دو ہفتے پہلے بشریٰ وہاں سے گزری تھی۔ تب سے وہ ساتھ ہی آ گئی بشریٰ کی مسکراہٹ اور آنکھیں پسند آئی ہیں۔ سہیلی بنانا چاہتی ہے۔"

بھابھی دھیرے دھیرے سرگوشیوں میں ساری رام کہانی سنا رہی تھیں اور شگو خالہ کی آنکھیں معنی خیز انداز میں پھیلتی جا رہی تھیں۔ ان کا چہرہ بتا رہا تھا کہ اگلے چند گھنٹوں میں یہ کہانی پورے محلے میں وائرل ہونے والی ہے۔

☆☆☆

منائل نے نماز کے بعد دعا مانگی۔ معوذتین پڑھ کر خود پہ دم کیا اور کچن میں آ گئی۔ آلو پالک کی سبزی بنائی تھی۔ وہ تیار تھی۔ منائل روٹیاں پکانے لگی۔ اتنے میں بشریٰ کچن میں آ گئی۔ وہ بہت پریشان تھی۔

"میرا موبائل نہیں مل رہا آپ نے دیکھا ہے؟"

"تمہارا موبائل تو...... ٹھیک ہونے کے لیے دیا ہے۔ خراب ہو گیا تھا نا۔" منائل نے روٹی توے پر ڈالی۔

"اچھا!" بشریٰ کے چہرے پہ مایوسی چھا گئی۔

"کب ٹھیک ہو گا؟"

"بہت جلد ہی، سفیان لے آئیں گے۔ تم فکر نہ کرو تم نے نماز پڑھ لی تو کھانا کھا لو۔"

"ابھی دل نہیں چاہ رہا نماز پڑھنے کو۔ بعد میں پڑھ لوں گی مجھے بھوک لگ رہی ہے کھانا دے دیں۔"

بشریٰ اکھڑے اکھڑے انداز میں بول رہی تھی۔ موبائل کا سن کر اس کا موڈ خراب ہو گیا تھا۔ اور پہلے تو اس کا مزاج ایسا نہیں تھا مگر آج کل اس کے مزاج میں تندی آ گئی تھی۔ مرضی کے خلاف کوئی بات ہو تو غصہ کرنے لگتی تھی۔ طبیعت میں ضد کا عنصر بھی

Scanned with CamScanner

شامل ہو گیا تھا اور مولانا صاحب نے نماز کی پابندی اور کچھ دعائیں پڑھنے کی تاکید کی تھی مگر بشریٰ بھی پڑھتی بھی صاف انکار کر دیتی کہ دل نہیں چاہ رہا۔

منابل یہ سب باتیں نوٹ کر رہی تھی۔ ہر دوسرے روز بشریٰ کو دم کروانے جاتے تو ایک پرچے پر ساری کیفیت اور صورت حال لکھ کر دے دیتی تھی۔

"کیا پکایا ہے؟" بشریٰ نے ڈھکن کھول کر ہنڈیا دیکھی اور منہ بنا لیا۔

"میں آلو پالک نہیں کھاؤں گی۔ مجھے کباب تل دیں۔"

"کباب تو ختم ہو گئے تھے رات میں۔" منابل ہچکچائی۔ بشریٰ کو گوشت کی اور چٹ پٹی چیزیں سختی سے منع تھیں۔

"جھوٹ مت بولیں دو کباب فریج میں رکھے ہیں۔ مجھے سب پتا ہے۔ بے وقوف نہ بنائیں۔" بشریٰ اچانک ہی جارحانہ ہو گئی۔

منابل چونک پڑی دو کباب بچے ہوئے اسی نے فریزر میں رکھے تھے اور چھپا کر رکھے تھے۔ بشریٰ کو کیسے علم ہوا؟ منابل کو اب اکثر بشریٰ کی باتوں اور رویے سے ڈر لگنے لگا تھا مگر مولانا صاحب نے کہا تھا کہ وہ کسی کو بھی کوئی نقصان نہیں پہنچائے گی۔ اس لیے ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔

"ڈاکٹر نے کباب کھانے کو منع کیا ہے۔ نقصان کریں گے تمہیں طبیعت ٹھیک ہو جائے گی تو میں خود بہت سارے کباب بنا دوں گی تمہیں۔" منابل نے روٹی سینک کر ہاٹ پاٹ میں رکھی۔

"مجھے کباب کھانے ہیں تو بس کھانے ہیں۔" بشریٰ نے غصے میں فریزر کھول کر کباب نکال لیے اور فرائنگ پین میں فرائی کر کے کھانا اندر لے گئی۔

بھابھی سارا تماشا دیکھ رہی تھیں۔ منابل کے قریب آ گئیں۔

"وہ غصہ دلاتی ہے بشریٰ کو، اس کا دل چاہ رہا ہوگا کباب کھانے کو۔"

"پتا نہیں۔" منابل الجھی ہوئی تھی۔ کوئی بات تھی جو اسے پریشان کر رہی تھی مگر وہ الجھن کیا ہے۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔

☆☆☆

شام کے سائے گہرے ہو رہے تھے۔ چڑیاؤں نے شور مچایا ہوا تھا۔ خالہ نے قیمہ اور آلو کاٹ کر پیالے میں ڈالے اور خود کو زبردستی گھسیٹتی ہوئی کچن میں چلی گئیں۔

سبزی بگھارتے ہوئے بار بار آہیں بھر رہی تھیں۔ جوڑوں کی تکلیف بھی آج کل شدید ہو گئی تھی۔ گھر کا کام کاج بڑی مشکل سے کر رہی تھیں۔ کوئی لڑکی آ جاتی تو کوئی نہ کوئی کام کر جاتی ورنہ وہ خود ہی اکیلی جیسے تیسے کاموں کو نمٹاتی رہتیں۔

"کیا سوچا تھا اور کیا ہو گیا۔ شادی وقت پر ہو جاتی تو آج بشریٰ بہو بن کر یہاں ہوتی، گھر سنبھال لیتی رونق ہو جاتی یہاں مگر افسوس۔" سارے ارادے ٹوٹ گئے، سارے خواب بکھر گئے۔

مسالا بھونتے ہوئے وہ مسلسل آہیں بھر رہی تھیں۔ بھانجی کے متعلق سوچ سوچ کر ان کا دل دکھ اور صدمے سے بھر جاتا معاملہ ایسا آن پڑا تھا کہ انہیں کچھ سجھائی نہیں دے رہا تھا۔

چولہے پہ ہنڈیا چھوڑ کر وہ کمرے میں آ گئیں جہاں شوہر صاحب بیٹھے موبائل میں مگن تھے، نوفل کے آنے کا وقت ہو رہا تھا وہ بھی آ ہی گیا۔ کپڑے تبدیل کر کے فریش ہو کر آ گیا۔ خالہ روٹی پکانے کچن میں آئیں تو وہ نوفل وہیں چلا آیا۔

"وہاں گئی تھیں آپ؟"

"روز ہی جاتی ہوں مگر مولانا صاحب نے تاکید کی ہے کہ بشریٰ باہر کے کسی فرد سے نہ ملاقات کرے نہ بات بس تھوڑی دیر بیٹھ کر اسے دیکھ کر آ جاتی ہوں۔"

"مولانا صاحب کیا کہتے ہیں؟" نوفل روزانہ یہ سوال دہراتا تھا اور روز ایک ہی جواب سنتا تھا ماں سے۔

"ٹھیک ہو جائے گی۔ اب کچھ وقت تو لگے

Scanned with CamScanner

گا۔"

"اور حالات ٹھیک ہونے میں کتنا وقت لگے گا؟" مایوسی کے عالم میں وہاں سے نکل آیا۔

زندگی کے داؤ پیچ اور پہنیاں انتہائی تکلیف دہ ہو گئے تھے مشکلات اور مصائب شدید ہوتے ہیں اور آس پاس لوگوں کے رویے ان مصائب کو مزید عجیب اور زیادہ اذیت ناک بنا دیتے ہیں۔ نوفل کے گھر میں سوائے ماں کے سب کا رویہ اور باتیں تکلیف دہ ہو گئی تھیں۔

ابو نے تو امی اور نوفل سے صاف کہہ دیا تھا کہ وہ کسی بھی آسیب زدہ لڑکی کو اپنے گھر کی بہو نہیں بنائیں گے۔ بے شک وہ بیوی کی سگی بھانجی اور بیٹے کی پسند ہی کیوں نہ ہو۔ بیٹیوں کو بشریٰ سے ہمدردی تھی اس کے ٹھیک ہونے کی خواہش اور دعائیں بھی کر رہی تھیں مگر اپنے اکلوتے بھائی سے محبت بھی بہت تھی۔

ان دیکھی مخلوق سے ڈر اور خوف فطری تھا، ایک ہی محلے میں بات چھپی رہنا محال تھا جب کہ شگو خالہ جیسی بی بی سی کی نمائندہ محلے میں موجود ہوں۔ جو بشریٰ کے بارے میں حاصل کردہ یہ معلومات تمام گھروں خصوصاً نوفل کے گھرانے تک پہنچانے میں پرعزم ہوں۔

نوفل کے والد کو اپنے اکلوتے بیٹے کی جان اور مستقبل عزیز تھا خالہ کے دل کے دو ٹکڑے ہو گئے تھے۔ ایک بیٹے کی محبت اور اس کے حوالے سے خوف و خدشات سے بھرا ہوا تھا۔ دوسرے ٹکڑے میں بھانجی کا خیال اور اس کی محبت تھی۔ اسے یوں بیچ منجدھار میں چھوڑ دینے کا خیال ہی انہیں لرزا دیتا تھا۔ خوف خدا کوئی بھی انتہائی بات کرنے سے ان کی زبان روک دیتا۔ وہ بے بسی کے عالم میں اللہ کے حضور دعا گو تھیں۔

بشریٰ کی حالت اور بیٹے کا حال دیکھ کر کلیجہ منہ کو آتا تھا۔ جو چکی کے دو پاٹوں کے بیچ پس رہا تھا۔ اس کی خواہش اور خواب درد بن گئے تھے، باپ کا رویہ، مزاج اور زبان تیکھے ہو گئے تھے۔ بے شک ان کا فیصلہ بیٹے کی محبت، اس کے مفاد اور بھلائی میں ہی تھا۔ مگر یہ بھی حقیقت ہے کہ بعض اوقات انسان اپنی اولاد کی محبت اور بھلائی میں جو فیصلے کرتا ہے وہ دوسرے کی اولاد کو زندہ درگور کر دیتے ہیں۔

نوفل چھت پر چلا گیا تھا۔ چائے کا کپ منڈیر پہ رکھے بہت دیر سے اندھیرے اجالے کا تال میل دیکھ رہا تھا۔

کبھی تو ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بن جاتا وہ سوچ سوچ کے پاگل سا ہو جاتا مگر گھپ اندھیرے میں روشنی کی معمولی سی کرن ڈھونڈنا بھی محال ہو جاتا اور کبھی اپنا آپ بالکل خالی لگتا، کوئی خیال نہیں کوئی آواز نہیں کوئی امید، کوئی خواہش، کچھ بھی نہیں، بس ایک خاموشی، سناٹا اور تنہائی دور دور تک پھیلے ہوئے محسوس ہوتے۔

"کیسی عجیب زندگی ہو گئی ہے؟" نوفل نے منڈیر پہ رکھا مگ اٹھایا اور ٹھنڈی چائے کا گھونٹ بھرا جو زندگی کی طرح بدمزہ اور بے ذائقہ ہو چکی تھی۔

خوشیاں روٹھ جاتی ہیں یا قسمت، سمجھ میں نہیں آتا اور نہ ہی کوئی تدبیر سجھائی دیتی ہے کہ ان روٹھی ہوئی خوشیوں کو کیسے منایا جائے۔ واپس زندگی میں کیسے لایا جائے۔

نوفل وہیں بیٹھا سوچتا رہا۔

دل نے کیا کیا نہ سوچا تھا یہ دن جو دونوں کو مل کر خواب بنتے گزارنے تھے اب یوں گزر رہے تھے جیسے فقیر کا خالی کشکول، نہ خواہش، نہ امنگ، نہ ترنگ، بس مایوسی تھی چاروں اور، یا اداسی۔

بے بسی تھی کہ وہ بشریٰ سے بات نہیں کر سکتا تھا۔ نہ تسلی دے سکتا تھا اسے یہ یقین نہیں دلا سکتا تھا کہ اس مشکل وقت میں وہ اس کے ساتھ کھڑا ہے۔

بشریٰ کو اس وقت سب سے زیادہ اسی یقین اور بھروسے کی ضرورت تھی، مگر نوفل کے ہاتھ پاؤں بندھے ہوئے تھے۔

نہ جانے کب ان بیڑیوں سے آزادی ملے گی؟

☆☆☆

Scanned with CamScanner

بچے بشریٰ کے پاس سونے کی ضد کر رہے تھے اور بھابھی انہیں ڈانٹ کر سلا رہی تھیں۔ ان کا موڈ بے حد خراب رہنے لگا تھا۔ کاموں کا بوجھ یکدم ہی سر پہ پڑ گیا تھا پھر بشریٰ کی حالت کی وجہ سے ذہنی پریشانی الگ تھی۔

کہنے کو تو روحانی علاج ہو رہا تھا مگر اس پر بھی اچھی خاصی رقم خرچ ہو رہی تھی۔ ہر وزٹ پر مولانا صاحب کا ہدیہ، آنے جانے کا کرایہ، پہلے ہی معاشی مشکلات کیا کم تھیں جو ان میں مزید اضافہ ہو گیا تھا۔

پھر بشریٰ کی طبیعت بہتر ہونے کے بجائے اور خراب ہی ہوتی جا رہی تھی۔ وہ غصہ اور ضد بہت کرنے لگی تھی۔ اپنی پسند کی چیزیں کھانے کی ضد کرتی وہ نہ ملتی تو کھانا ہی نہیں کھاتی تھی۔ ادھر مولانا صاحب نے سختی سے منع کیا ہوا تھا کہ گوشت کی کوئی ڈش اسے نہ دیں۔ نہ ہی کوئی ایسی شے جو بشریٰ کو پسند ہو، یہی حال لباس کا تھا۔

وہ اپنے جہیز کے تین چار کاٹن کے سوٹ نکال کر پہن چکی تھی۔ بھابھی نے اس کے سارے نئے جوڑے اٹھا کر سوٹ کیس میں تالا لگا کر رکھ دیے۔ نیا لباس پہننا بھی منع تھا۔

"دراصل یہ سب کچھ بچی خود نہیں کرتی بلکہ اس سے کروایا جاتا ہے، اگر یہ "اس" کی مرضی کے مطابق کام کرتی رہی تو "وہ" کبھی پیچھا نہیں چھوڑے گی۔ آپ لوگ سختی کریں، غصہ کرتی ہے کرنے دیں۔"

مولانا صاحب نے سفیان کو سمجھاتے ہوئے تاکید کی تھی۔ وہ سب تو بات سمجھ گئے تھے مگر بشریٰ کو کون سمجھاتا اور کیسے؟ وہ بپھر جاتی اور اسے سمجھانا تو کجا سنبھالنا بھی مشکل ہو جاتا۔

اس وقت بھی وہ مناہل پہ غصہ کر رہی تھی۔

"میرا پرپل اور پنک سوٹ کہاں ہے؟"

"وہ سب تمہارے جہیز کے جوڑے ہیں۔ شادی کے بعد پہننا۔" مناہل نے نرمی سے جواب دیا۔

"مجھے ابھی پہننا ہے، نکال کر دیں، کہاں رکھے ہیں میرے سارے سوٹ چھپا کر رکھ دیے، جانتی ہوں سب۔

آپ سب مل کر بے وقوف بنا رہے ہیں مجھے۔ مجھے میرا سوٹ چاہیے اور ابھی چاہیے۔"

بشریٰ کی آنکھیں سرخ ہونے لگیں۔ وہ جھنجھلا کر الماری کے کپڑے باہر نکال کر پھینک رہی تھی۔

☆☆☆

دو ہفتے پورے ہو گئے تھے۔ مگر بہتری کے کوئی آثار نہ تھے۔

"آپ لوگوں نے میری ہدایات اور پرہیز پہ ٹھیک طرح سے عمل نہیں کیا اس لیے وہ ابھی تک گئی نہیں، اب چالیس دن کا چلہ کھینچنا پڑے گا۔"

مولانا صاحب نے نیا شوشا چھوڑا تھا مگر اب کوئی بھی ان سے اور ان کی کارکردگی سے مطمئن نہیں تھا۔

ابو کو کسی نے ایک عامل کے بارے میں بتایا تھا جو ہر قسم کے بھوت پریت، آسیب وغیرہ کو اتارنے اور بھگانے میں ماہر تھا اور سب سے اہم بات یہ کہ ان کا عمل ایک ہی بار کا تھا۔ ایک دفعہ میں ہی کام ہو جاتا تھا اور ان کی فیس یا ہدیہ بھی بہت کم تھا۔

سفیان اگلے ہی روز انہیں لے کر آیا۔ دبلے پتلے، منحنی سے کشتی داڑھی، سر پہ ٹوپی، ہاتھ میں تسبیح؛ انہوں نے آنے سے پہلے کچھ اشیاء منگوائی تھیں جو سفیان نے لا کر رکھ دی تھیں...... ان میں سرفہرست ایک سیاہ رنگ کی مرغی اور ڈھکن والی مٹی کی ہنڈیا بھی تھی۔

کمرے میں بشریٰ بھابھی اور مناہل سے بحث کر رہی تھی۔

"کیا تماشا لگایا ہوا ہے؟ پہلے وہاں لے لے کر جاتے رہے، اب گھر پہ کسی کو بلا لیا۔ میں نہیں جاؤں گی کسی کے سامنے۔ آخر ہوا کیا ہے مجھے، کس چیز کا علاج ہو رہا ہے؟" بشریٰ بپھر رہی تھی۔

"روحانی علاج ہے، دراصل تمہیں اور تمہاری

Scanned with CamScanner

خوشیوں کو بہت بری نظر لگی ہے۔ اسی لیے ہر بار شادی ہوتے ہوتے رہ جاتی ہے۔ نظر بد کا علاج کروا رہے ہیں تمہارا۔ اب اگر تم تعاون نہیں کرو گی تو علاج کیسے ہوگا۔" بھابھی نے پہلے سے ہی کہانی تیار کر کے رکھی ہوئی تھی۔ فٹافٹ اسے سنا دی۔

"خالہ تو آئیں نہیں اتنے دنوں سے؟" بشریٰ کا حال اس کے چہرے اور لہجے میں صرف اداسی ہی نہیں بہت کرب بھی تھا۔

"خالہ روز آتی ہیں مگر باہر کے کسی بھی فرد سے تمہارا ملنا منع تھا! اس لیے وہ تمہاری خیر خیریت پوچھ کر واپس چلی جاتی تھیں۔"

"کوئی اور بھی نہیں آیا وہاں سے؟"

"ہم نے ہی سب کو منع کیا ہوا تھا۔ تمہارا علاج مکمل ہو جائے پھر سب آئیں گے۔ سب سے پہلے تو نوفل آئے گا۔ چلو آؤ۔"

"کہاں؟"

"بتایا تو تھا، مولوی صاحب آئے ہیں نظر بد کا علاج کرنے۔" بھابھی نے تحمل سے کہا۔

"مجھے کب بتایا؟" بشریٰ نے حیرانی سے انہیں دیکھا۔

"ابھی تو بتایا تھا۔"

"پتا نہیں، مجھے نہیں معلوم۔" بشریٰ نے اپنا سر تھام لیا۔ وہ بے حد الجھی ہوئی اور گم صم سی نظر آ رہی تھی۔

بھابھی اور منایل نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ یہ تین چار بار پہلے بھی ہو چکا تھا۔ بشریٰ باتیں بھول رہی تھی۔

وہ کھانا کھا کر بھول جاتی ہے کہ کھایا تھا یا نہیں۔ اسے یہ بھی یاد نہیں رہتا تھا کہ کیا کھایا۔ کل وہ نہا کر آئی اور دو گھنٹے بعد پھر نہانے گھس گئی اور اس وقت پھر ذرا دیر پہلے کی بات بھول گئی۔

"اب آ بھی جاؤ، کیا کر رہی ہو تم لوگ۔ وہ انتظار کر رہے ہیں۔" سفیان نے کمرے میں آ کر جھانکا۔

"آ جاؤ۔" بھابھی نے بشریٰ کا بازو پکڑا اور اسے دوسرے کمرے میں لے گئیں جہاں کا منظر ہی الگ تھا۔

ابو اور سفیان بھائی ایک کونے میں بیٹھے تھے۔ عامل صاحب ایک طرف اکڑوں بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے لائن سے بندھی ہوئی سیاہ مرغی، مٹی کی ہنڈیا اور پانچ آب خورے تھے۔ جن میں الگ الگ سفوف اور دانے دار اشیاء تھیں۔ اپنے تھیلے سے ایک لیموں نکال کر انہوں نے کاٹ کر ایک طرف رکھا اور خود کچھ پڑھتے ہوئے ابو اور سفیان کو اشارہ کیا انہوں نے بشریٰ کے بازو پکڑ لیے بشریٰ کی آنکھوں میں خوف اتر آیا۔

"مجھے چھوڑ دیں۔" وہ کسمسائی۔

"تو اسے چھوڑ دے۔" عامل صاحب کی تیز نگاہیں بشریٰ پر جمی تھیں۔ جس کے چہرے پہ اب غصے کے آثار نمودار ہو رہے تھے۔

"جا چلی جا، بچی کا پیچھا چھوڑ دے۔"

"پہلے تو جا۔" بشریٰ کی آنکھیں بتدریج سرخ ہونے لگیں، آواز معمول سے زیادہ موٹی اور بھاری تھی۔

"میں تجھے ساتھ لے کر جاؤں گا۔" عامل نے ایک آب خورے کا سفوف ہنڈیا میں ڈالا۔ اس میں سے کالا گاڑھا دھواں نکلنے لگا۔

"تم سب کو دیکھ لوں گی میں۔" بشریٰ نے اپنے بازو چھڑانے کی کوشش کی۔ ناکام ہو کر بری طرح ہاتھ پیر چلانے لگی۔ ابو اور سفیان دونوں کے قابو سے باہر ہو رہی تھی۔ عامل صاحب اطمینان سے اپنے عمل اور پڑھائی میں مشغول تھے۔ جیسے بشریٰ کا ردعمل ان کی توقع کے عین مطابق ہو۔ مگر جب بشریٰ کی زور آزمائی بہت ہی زیادہ بڑھ گئی تو انہوں نے ایک رسی سفیان کی طرف پھینکی۔

"اسے باندھ دو۔ یہ ابھی اور زور لگائے گی۔ آپ دونوں سے سنبھالنا مشکل ہو جائے گا۔"

ابو متذبذب تھے مگر سفیان نے جیسے تیسے کر کے

Scanned with CamScanner

بشریٰ کے ہاتھ پیر باندھ دیے جواب بری طرح چیخ رہی تھی۔

عامل نے اب ایک چھڑی نکال لی اور بشریٰ کو مارنا شروع کر دیا۔

"بول، آرام سے جائے گی یا حشر کر دوں تیرا؟"

"میں تیرا خون پی جاؤں گی ذلیل.........."

بشریٰ مشتعل ہو کر ایسی ایسی گالیاں دے رہی تھی جو کبھی زندگی میں اس کی زبان پر نہیں آئی تھیں۔ اور تھوڑی دیر بعد وہ یکا یک ہی بے سدھ ہو گئی۔ اس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔

عامل نے بشریٰ کی چوٹی سے تقریباً چار انگلی بال کاٹے اور اپنے سامنے موجود مٹی کے ایک کٹورے میں ڈال دیے۔ جیسے جیسے وہ پڑھتا جا رہا تھا کٹورا اور اس میں موجود بال خون آلود ہوتے چلے گئے۔

ابو اور سفیان پھٹی پھٹی آنکھوں سے یہ منظر دیکھ رہے تھے۔

"پیالہ خون سے بھر گیا، عامل نے پھرتی سے وہ پیالہ بال سمیت ہنڈیا میں ڈال دیا چھری نکال کے سیاہ مرغی ذبح کی اور اس ذبح شدہ مرغی کو بھی ہنڈیا میں ڈال کر ڈھکن لگایا۔ پھر کچھ پڑھا اور اس کا منہ مضبوطی سے باندھ دیا۔ ہنڈیا ایک طرف کر کے اپنا تام جھام سمیٹا پھر کچھ ہدایات دیں۔

"ہنڈیا کو کسی سنسان اور ویران جگہ میں گہرائی میں دفن کرنا ہے۔ تین روز تک بشریٰ کو گھر سے باہر نہیں نکالنا۔ گوشت اور کھٹائی سے پرہیز اب فکر کی کوئی بات نہیں سارے اثرات ختم ہو گئے ہیں۔ بس سنبھلنے میں دو تین روز لگیں گے۔"

وہ اپنی فیس لے کر چلتا بنا۔ ادھر سفیان ہنڈیا لے کر نکل گیا اور ابو تاسف سے بشریٰ کو دیکھ رہے تھے۔ سفیان نے اس کے بندھے ہاتھ پیر کھول دیے تھے مگر وہ ابھی تک بے سدھ تھی۔ کروٹ لی تو منہ سے کراہ نکل گئی۔ عامل نے چھڑی سے بہت بری طرح پیٹا تھا، تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے منہ سے کراہیں نکل رہی تھیں۔

☆☆☆

دسترخوان پر بھابھی نے کافی اہتمام کیا ہوا تھا، بریانی، کباب، کھڑے مسالے کا گوشت اور میٹھے میں ٹرائفل۔

"بہت دنوں بعد آئی ہو، ہم تو کب سے انتظار کر رہے تھے تمہارا۔" بھابھی کو سچ مچ منائل کا بہت انتظار تھا، انہیں اپنی سروس کروانی تھی بھانجی کی شادی سر پر تھی۔ پرسوں مایوں میں جانا تھا، انہوں نے کئی بار فون کر کے منائل کو بلایا تھا۔

"بشریٰ کی وجہ سے نہیں نکل سکی، اس کی حالت ایک دم ہی بگڑ جاتی تھی۔ پھر مولانا صاحب نے بھی منع کیا ہوا تھا۔ پرسوں ایک عامل صاحب عمل کر کے گئے تب جب سے تو طبیعت بہتر ہے۔" منائل نے جواب دیا۔

"چلو شکر ہے، وہ ٹھیک ہو گئی ویسے روحانی علاج میں بڑی برکت ہے۔" بھابھی نے ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"ایک بات کہوں منائل؟" چھوٹی بھابھی نے کچھ سوچتے ہوئے اسے مخاطب کیا "جی بھابھی۔" منائل ان کی طرف متوجہ ہوئی۔

"میں نے سنا ہے کہ ذہنی امراض بھی ہوتے ہیں۔ نفسیاتی مسائل وغیرہ مجھے زیادہ تو نہیں معلوم، لیکن کسی ڈاکٹر کو بھی دکھا دیتے تو۔"

"سچ بتاؤں بھابھی، کئی بار میں نے بھی یہی بات سوچی تھی۔ مگر مجھے بھی اس کے بارے میں زیادہ معلومات نہیں ہیں بس تھوڑا بہت سنا ہی ہے کہ نفسیاتی مسائل یا ذہنی بیماریاں بھی انسان کو ہوتے ہیں۔ اور شاید اس کے ڈاکٹر بھی الگ ہوتے ہیں۔ سائیکوجسٹ یا سائیکاٹرسٹ ایسا ہی کچھ نام ہے۔"

منائل نے آج وہ بات کہی جو کئی روز سے اس کے دل و دماغ میں تھی مگر وہ کہنے یا سمجھنے سے قاصر تھی۔ کیونکہ بشریٰ کی حالت دیکھ کر اوروں کی طرح اسے یہی لگتا تھا کہ واقعی کوئی آسیب ہے جو اس پر

Scanned with CamScanner

مسلط ہے۔ پھر جہاں سبھی کے خیالات نظریات اور باتیں ایک ہی ہوں وہاں اس کے مختلف اور الگ نظریے کون سنتا۔ کون توجہ دیتا۔

"مناہل!" بڑی بھابھی نے دستر خوان سمیٹتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔

"کچھ دیر آرام کرلو۔ پھر میرا فیشل کردینا۔"

"جی بھابھی!" مناہل نے اثبات میں سر ہلایا۔

گھر واپس آئی تو مناہل نے پہلے سفیان سے بات کرنے کی ٹھان لی تھی، اور رات میں جب اس نے سفیان سے بات کی تو بشریٰ کو کسی ڈاکٹر کو بھی دکھانا چاہیے تو وہ حیرانی سے بیوی کو دیکھنے لگا۔

"اندھے کو بھی نظر آرہا ہے کہ وہ جھپنے میں آگئی ہے اوپری اثرات ہیں۔ عامل صاحب نے جیسے اسے قابو کرکے ہنڈیا میں بند کیا تھا وہ تم لوگ بھی دیکھتیں تو یقین آجاتا۔ ویسے اب وہ ٹھیک ہورہی ہے اثرات تو ختم ہوگئے ہیں دو چار روز میں بالکل ٹھیک ہوجائے گی۔"

سفیان نے بات ہی ختم کردی۔ مناہل خاموش ہوگئی۔ اس کے پاس اس رائے کے حوالے سے نہ معلومات تھیں، نہ دلائل، مزید بولنے کے لیے کچھ تھا نہیں۔

دوپہر کا سورج باہر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ چمک رہا تھا اس کی کرنیں چھ منزلہ عمارت کو اپنے گھیرے میں لیے ہوئے تھیں۔ جس میں نوفل نوکری کرتا تھا۔ لنچ ٹائم تھا۔ نوفل بھی اپنا لنچ لیے بیٹھا تھا۔ بے دلی اور سستی کے ساتھ چھوٹے چھوٹے لقمے منہ میں ڈالتا ہوا وہ بہت خاموش تھا۔

"ہاں بھئی نوفل میاں! ولیمہ کب کھلا رہے ہو؟" مستقیم انکل بشاشت سے بولتے ہوئے اس کے پاس بیٹھ گئے۔ وہ اپنا لنچ ختم کرکے آئے تھے۔

"ولیمہ پھر آگے بڑھ گیا ہے۔ انکل!"

"ہائیں! وہ کیوں بھئی۔ اب کیا ہوگیا؟ ایک ہی سانس میں وہ کئی سوال کر بیٹھے۔ نوفل نے ایک نظر انہیں دیکھا۔ اگر چہ وہ ایک بے تکلف، خوش باش اور مخلص قسم کے انسان تھے مگر پھر بھی نوفل کچھ کہتے ہوئے ہچکچا رہا تھا۔ ابھی تک اس نے بشریٰ کا معاملہ کسی سے بھی ڈسکس نہیں کیا تھا۔

"کوئی مسئلہ ہے بیٹا؟" انہوں نے نوفل کا گریز اور تذبذب بھانپتے ہوئے ہمدردی سے اس کے شانے پہ ہاتھ رکھا۔

"وہ......انکل، بات یہ ہے کہ......"

نوفل نے مختصر لفظوں میں وہ سب کچھ بتایا جو بشریٰ کے متعلق اپنی امی اور بہن سے سنا تھا۔

مستقیم انکل نے بہت غور اور توجہ سے اسے سنا۔

"اب میں ایک بات کہوں میاں؟" انکل بڑی سنجیدگی سے گویا ہوئے، اکثر لوگ یقین نہیں کرتے مگر حقیقت میں یہ جن بھوت پریت آسیب وغیرہ کا معاملہ نہیں ہے، یہ ذہنی مرض ہیں، جس کے بعد ایسی کیفیت ہوجاتی ہے۔ میری بڑی بہن خود انہی حالات کا شکار تھیں۔ ہم بھی بہت عرصہ، مولوی، عامل، پیر فقیران سب کے پیچھے بھاگتے رہے، جب عقل اور سمجھ آئی تو مرض بہت بڑھ گیا تھا۔ سائیکاٹرسٹ سے علاج ہوا تھا، اب تو بہت بہتر ہیں اور جہاں تک میری معلومات کا تعلق ہے اگر بیماری زیادہ آگے نہیں بڑھی ابتدائی ہے تو نیورولوجسٹ (ماہر دماغی امراض) سے بھی علاج کروایا جاسکتا ہے۔"

مستقیم انکل خاموش ہوئے تو نوفل سوچ میں گم ہوگیا۔

"میں نے نفسیاتی مریضوں کے متعلق سنا ہے مگر امی اور باجی نے بشریٰ کی جو حالت بتائی ہے وہ تو......آپ کی بات بھی دل کو لگ رہی مگر پھر بھی کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔" نوفل نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

"موبائل میں دنیا جہان کی معلومات کا ذخیرہ ہے۔ سرچ کرواور دیکھو۔" انہوں نے مشورہ دیا۔

☆☆☆

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

امی کو اس نے وہ ساری گفتگو سنائی جو ستقیم انکل نے کی تھی۔ وہ سن کر مسکرا دیں۔

"یقین کی بات ہے بیٹا! ان کا عقیدہ نہیں ہوگا۔ ان دیکھی مخلوقات پر ورنہ جنات کا ذکر تو قرآن میں بھی ہے۔ برے شیاطین کا ذکر بھی احادیث میں ہے جو انسانوں کو تنگ کرتے ہیں۔"

"مگر امی......!"

"ویسے وہ اب ٹھیک ہے۔ جب سے عامل صاحب عمل کر کے گئے ہیں ماشاءاللہ بالکل ٹھیک بھی ہے طبیعت خراب نہیں ہوئی۔"

"تو اب میں وہاں جا سکتا ہوں یا ابھی پابندی ہے؟"

"اچھا، میں رات میں جاؤں گی، میرے ساتھ چلنا۔" امی کو بیٹے کی بے چارگی پہ ترس آ گیا۔

تقریباً تین ہفتوں بعد وہ بشریٰ کو دیکھ رہا تھا۔ اور اسے دیکھ کر نوفل کو ایک دھچکا سا لگا تھا۔ وہ پہلے بھی دبلی پتلی سی تھی۔ اب تو بالکل دھان پان سی ہو رہی تھی۔ چہرہ زرد پڑا ہوا تھا۔ آنکھوں کے گرد گہرے حلقے اور آنکھیں...... جو پہلے نوفل کو دیکھتے ہی خوشی سے چمک اٹھتی تھیں اس وقت بالکل بے رونق بجھی بجھی اور خالی خالی سی تھیں۔ عجیب کھوئی کھوئی نگاہوں سے اس نے نوفل کو یوں دیکھا جیسے کوئی اجنبی ہو۔ نوفل اسے دیکھ کر مسکرایا اور جواباً اس نے مسکرانے کے بجائے چہرہ دوسری طرف کر لیا۔

اس کے سامنے صوفے پہ وہ خالہ کے ساتھ بیٹھی ان کے سوالوں اور باتوں کے جواب میں ہوں، ہاں کر رہی تھی مگر نوفل کو ذرا دیر میں اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی ذہنی کیفیت ٹھیک نہیں ہے۔

"اتنے بڑے ٹراما سے گزری ہے۔ طبیعت ٹھیک ہوتے ہوتے ہی ہوگی۔" نوفل نے کچھ سوچتے ہوئے خود کو تسلی دی۔ ابو اور نعمان بھائی اس کے ساتھ بیٹھے تھے۔ نوفل نے مختصر لفظوں میں دھیرے سے استدعا کی کہ بشریٰ کو ڈاکٹر کو بھی دکھا دیں۔

"نہیں بیٹا، یہ ڈاکٹروں کا کیس نہیں ہے۔ کچھ اور ہی معاملات ہیں ہم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ اب تو خیر عمل کامیاب ہوا ہے۔ آہستہ آہستہ ٹھیک ہو رہی ہے اور ہو جائے گی۔" ابو کے چہرے پہ پریشانی تو تھی مگر امید کی ہلکی سی جوت بھی تھی۔

"خالو پلیز، میرے کہنے سے، ایک بار ڈاکٹر کے پاس لے چلیں میں خود ساتھ چلوں گا۔ اخراجات کی فکر نہ کریں۔ میں ارینج کر لوں گا۔" نوفل نے اپنی آواز بدستور دھیمی رکھی۔

"اللہ تمہیں خوش رکھے۔ تمہارا کہا سر آنکھوں پہ، بس ابھی باہر جانے کا پرہیز ہے۔ بشریٰ کا۔ یہ ختم ہو جائے پھر جیسا تم کہو۔"

ابو نے صاف انکار کرنے کے بجائے بڑے سبھاؤ سے نوفل کو سمجھایا۔ اس کے چہرے پر مایوسی چھا گئی۔

عین اسی وقت بشریٰ کی چیخ نکلی، خالہ کے برابر میں بیٹھی وہ ان کا کندھا دبوچ کے زور زور سے چیخ رہی تھی۔ آنکھیں ڈر اور خوف سے پھیلی ہوئی تھیں۔

"یہ پھر آ گئی، کل بھی آئی تھی، یہ مجھے ساتھ لے جائے گی، مجھے مار ڈالے گی۔"

"کک...... کون؟" خالہ سراسیمہ ہو گئیں۔

کمرے میں موجود باقی افراد بھی گھبرا گئے بھابھی اور مناہل بھی اس کی چیخیں سن کر بھاگی بھاگی آئیں۔

"وہ دیکھیں۔ وہاں کھڑی ہنس رہی ہے۔" بشریٰ نے کسی بچے کی طرح سامنے دیکھا اور پھر خالہ کے کندھے میں منہ چھپا لیا۔

"بہت خوف ناک ہے۔ اس کی گردن آدھی کٹی ہوئی ہے اور خون بہہ رہا ہے۔" خالہ کے کندھے میں منہ چھپائے وہ دھیرے دھیرے بول رہی تھی۔

سب گھبرا کر اٹھ کھڑے ہوئے، بھابھی اور مناہل کے چہروں پر بھی خوف طاری تھا۔

"اسے اندر لے جاؤ۔" ابو نے بھابھی کو مخاطب کیا۔

وہ بشریٰ کو دوسرے کمرے میں لے گئیں۔

"اب بتاؤ بیٹا، یہ ڈاکٹری معاملہ ہے؟ کس

Scanned with CamScanner

ڈاکٹرز کے پاس اس کا علاج ہے؟" ابو نے نوفل کو مخاطب کیا تو آواز سے جھنجھلاہٹ نمایاں تھی۔ نوفل دم بخود تھا سنی سنائی باتوں پہ یقین نہیں کرنا چاہتا تھا مگر جو کچھ اپنے سامنے دیکھ رہا تھا اسے کیسے جھٹلاتا؟

"جو کوئی بھی ہے، بہت طاقت ور مخلوق ہے۔ اتنا روحانی علاج کروالیا پھر بھی اب تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ ابو نے باری باری خالہ اور نوفل کا چہرہ دیکھا۔ ان کے چہرے پہ ایک انجانا خوف بچی کی صحت یابی کے لیے ہی نہیں بلکہ اس کے مستقبل کے حوالے سے بھی تھا۔ کئی مولوی اور عامل بدل بدل کے دیکھ چکے تھے مگر معاملہ ٹھیک ہونے کے بجائے مزید بگڑتا ہی جارہا تھا۔

"کل بھی اس کو یہ عورت نظر آئی تھی۔ بار بار چیخ رہی تھی۔ بڑی مشکل سے سنبھالا تھا۔" ابو نے انکشاف کیا۔

"اللہ خیر کرے گا بھائی صاحب، اس سے طاقت ور تو کوئی نہیں میں تو ہر نماز میں اپنی بچی کی شفا کے لیے دعا مانگتی ہوں۔ اللہ کا ہی آسرا ہے بس۔" خالہ آب دیدہ ہو گئیں۔

☆☆☆

بچیاں سو گئی تھیں۔ انہیں چادر اڑھا کر بھابھی اپنے شوہر کی طرف متوجہ ہوئیں، جو گہری سوچ میں گم تھے۔

"یہ کب تک چلے گا نعمان! میں اب تھک گئی ہوں، بہت پریشان ہو گئی ہوں۔ بیٹیوں کا ساتھ ہے۔ خدانخواستہ کہیں کسی کو کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔" اب تو وہ صاف صاف بشریٰ کو نظر آرہی ہے۔ ہمیں کیا پتا، کب، کس وقت کہاں ہوتی ہے۔ اپنے ہی گھر میں اتنا ڈر لگنے لگا ہے۔ بلکہ اب تو مجھے بشریٰ سے بھی کبھی کبھی خوف محسوس ہوتا ہے۔" بھابھی بولتی ہی چلی گئیں۔

"مشکل وقت ہے، تم ساتھ نہیں دو گی تو کون دے گا؟" نعمان کے چہرے پر بے بسی رقم تھی۔

"میں تو شروع سے ہی ساتھ دے رہی ہوں پتا ہے میری بڑی آپا تو بلا رہی تھیں مجھے کہ بچیوں کے ساتھ ان کے گھر رہنے آجاؤ، وہ تو بے چاری اکیلی ہی ہیں مگر میں نے انکار کردیا۔ خدا خوفی ہے دل میں، بشریٰ کا سوچ کر ہی منع کردیا کہ اسے کون دیکھے گا۔ مگر اب تو...... مجھے ڈر لگ رہا ہے کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی ہو جائے۔"

"کوئی مصیبت کھڑی نہیں ہوگی۔ کچھ نہیں ہوگا، تم اپنی جگہ مضبوط رہو، جیسے ہمت سے کھڑی ہو، کھڑی رہو۔ کچھ لوگوں نے مجھے ایک مولانا صاحب کا بتایا ہے، ہمارے علاقے کے ہی ہیں وہاں بھی دکھا دیتے ہیں بشریٰ کو۔ کیا پتا وہاں سے شفا لکھی ہو مقدر میں۔" نعمان کے لہجے میں امید کی جوت جاگی تھی۔

کمرے میں تین ہی نفوس تھے، امی، ابو اور نوفل، تینوں اپنی اپنی بولیاں بول کر خاموش ہو گئے تھے۔ مگر تینوں ہی ایک دوسرے کو قائل کرنے میں ناکام تھے۔

ابو کا موقف بہت سخت اور واضح تھا۔

وہ اپنے اکلوتے جوان بیٹے کی زندگی داؤ پر لگانے کو تیار نہ تھے۔ امی کی خدا ترسی، بھانجی سے لگاؤ اور خیال اپنی جگہ اس وقت وہ بیچ دوراہے پر کھڑی تھیں مگر بہر حال اپنے شوہر کی مانند انتہائی فیصلہ کرنے سے گریزاں تھیں۔ ان کی رائے میں کچھ وقت اور انتظار کرنا بہتر تھا۔ بشریٰ کے ٹھیک ہونے کی امید اب بھی تھی وہ مایوس نہیں تھیں۔ مگر فی الحال ابھی نکاح کے حق میں بھی نہیں تھیں جس کے لیے نوفل اصرار کررہا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ امی نکاح کردیں رخصتی بے شک بعد میں کرلیں۔

"کیا گارنٹی ہے، کل کو وہ آسیب پھر سے اس پر آگیا تو؟ مجھے کوئی دشمنی نہیں ہے اس بچی سے، ہمدردی ہے، میری بھی دعا ہے کہ وہ جلد سے جلد ٹھیک ہوجائے مگر اس طرح کے معاملات اتنی جلدی اور اتنی آسانی سے ٹھیک نہیں ہوتے۔ جذبات میں آکر فیصلہ کرنے کے بجائے ہوش مندی سے کام لو، کل کو

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

تمہیں اپنے فیصلے پہ پچھتاوا ہو۔ اس سے بہتر ہے کہ ابھی معاملہ ختم کر دو۔ میری باتیں تمہیں بری تو لگیں گی مگر تمہارے بھلے کے لیے ہی کہہ رہا ہوں۔" ابو نے نوفل کو مخاطب کیا۔

"آپ دونوں ہی میری بات نہیں سمجھ رہے، بشریٰ پر کوئی آسیب یا اثرات وغیرہ نہیں ہیں یہ ذہنی بیماری ہے۔ علاج ہو جائے گا وہ ٹھیک ہو جائے گی۔ آپ لوگ خالو سے بات کریں کہ وہ بشریٰ کو ڈاکٹر کو دکھائیں یا پھر نکاح کر دیں میں خود اپنی بیوی کا علاج کروالوں گا میں نے اس پر بہت ریسرچ کی ہے جو کچھ مجھے سمجھ آیا ہے وہ میں — آپ کو کیسے سمجھاؤں۔ غلط سمت میں علاج ہو رہا ہے اس کا۔ مرض اور بڑھے گا۔ ٹھیک نہیں ہوگا۔"

نوفل زچ ہو گیا تھا ذہنی امراض کے حوالے سے متعدد ڈاکٹرز کی کئی ویڈیوز دیکھنے کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا لیکن اب بھی سب سے بڑا مسئلہ یہی تھا کہ اپنی اور بشریٰ کی فیملی کو کیسے سمجھائے؟ تقریباً سب ہی کے دماغوں پر جہالت کا پردہ پڑا ہوا تھا۔ نوفل نے ایک بار پھر وہاں جا کر بات کی تھی۔ بظاہر تو سب نے اس کی باتوں کو ہمدردی اور غور سے سنا تھا مگر پھر خالو اور سفیان نے بڑے پیار سے اسے ٹال بھی دیا تھا۔ وہی پرانا موقف کہ جب تک اس کا روحانی علاج چل رہا ہے کسی ڈاکٹر کو دکھانا مناسب نہیں ہے موجودہ مولانا صاحب کے بھی اپنے پرہیز......اور...... احتیاطیں تھیں، جس کے تحت بشریٰ کا گھر سے باہر نکلنا بالکل منع تھا۔

"مولوی سے علاج ہو یا ڈاکٹر سے، میں ایسی لڑکی کو اپنے گھر نہیں لاؤں گا۔"

ابو کا لہجہ اٹل اور شدید تھا۔

"ادھر ان لوگوں نے بشریٰ کے معاملے کو بالکل غلط ایشو بنایا ہوا ہے ادھر آپ بھی یہی کر رہے ہیں۔" نوفل کے تند انداز پہ باپ نے گھور کے دیکھا۔

"تمہارے منہ میں بھی زبان آ گئی؟"

"میں زبان نہیں چلا رہا ابو، وہ کہہ رہا ہوں جو مجھے صحیح لگا۔ آپ سمجھنے کی کوشش تو کریں۔" نوفل دھیما پڑ گیا۔

"سمجھنے کی ضرورت تمہیں ہے، مجھے نہیں۔ اس لڑکی کی وجہ سے تمہیں کچھ ہو گیا تو ہم کیا کریں گے؟ کہاں لے کر بھاگیں گے تمہیں؟"

"کچھ نہیں ہو رہا مجھے، کچھ نہیں ہوگا۔ بشریٰ کی بیماری وہ نہیں جو آپ سب نے فرض کی ہوئی ہے۔ تصور کی ہوئی ہے؟" نوفل نے عزم کیا ہوا تھا کہ آج باپ کو قائل کر کے ہی اٹھے گا۔

"چپ ہو جاؤ نوفل اور آپ بھی۔" دونوں کی تکرار سے تنگ آئی ہوئی امی نے بیٹے اور شوہر دونوں کو مخاطب کیا۔

"صاحبزادے کو سمجھاؤ۔"

"کس کس کو سمجھاؤں؟ سب کو سمجھنے کی ضرورت ہے؟" امی بڑبڑائیں۔

"مجھے خود ہی کچھ علاج کرنا پڑے گا۔" ابو اٹھ کھڑے ہوئے۔

"اب یہ کیا کریں گے؟ نوفل نے متفکر ہو کر ماں سے سوال کیا۔

"کچھ نہیں کریں گے، عادت ہے دھمکیاں دے دے کر بات کرنے کی اور بات منوانے کی۔"

امی نے بیٹے کو تسلی دی، مگر دونوں میں سے کسی کو بھی علم تھا نہ ہی اندازہ کہ ابو اس معاملے میں از حد سنجیدہ تھے اور ان کی یہ دھمکی نری دھمکی نہیں تھی۔

☆☆☆

ہوا کا تیز جھونکا بہت سارے پتے ڈھیروں ڈھیر ریت اور گرد و غبار اپنے ساتھ لایا تھا۔ جمعہ پڑھ کر واپس آتے ہوئے ابو نے بے اختیار اپنی آنکھیں مسلیں۔ آنکھوں میں مٹی چبھ رہی تھی، مگر اور بہت کچھ تھا جو دل میں چبھ رہا تھا۔ آج جمعے کی نماز کے بعد جب وہ مسجد سے باہر آئے تو نوفل کے والد اور ان کے ہم زلف نے نہایت سنجیدگی سے ان سے چند باتیں کی تھیں۔

"تم برا مت ماننا، میری پوزیشن سمجھنے کی کوشش

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

کرنا، میرا ایک ہی بیٹا ہے میں اسے کسی مصیبت میں نہیں ڈالنا چاہتا۔"

"ٹھیک ہے۔" ابو کی آواز دھیمی تھی، ہم زلف کے چند فقروں اور ادھوری بات کو وہ — اچھی طرح سمجھ گئے تھے۔ اس لمحے کے لیے وہ کئی روز سے خوف زدہ تھے مگر یہ بھی یقین تھا کہ یہ لمحہ ضرور آئے گا۔ اور آج وہ بات ان سے کہہ دی گئی تھی۔ وہ الفاظ کہہ کر وہ چل دیے۔

نوفل کے والد نے انہیں بڑی حیرت سے جاتے ہوئے دیکھا۔

ان کی توقع کے برعکس، ماضی کی طرح، نہ کوئی سلگتا ہوا جملہ، نہ کوئی آگ لگانے والی بات، نہ طیش دلانے والی دھمکی۔

گھر کی سمت جاتے ہوئے راستے میں انہوں نے ایک بار پھر آنکھیں مسلیں۔ آنکھوں کی اور دل کی چبھن دونوں بڑھتے جا رہے تھے۔ گھر جا کر وہ چپ چاپ پلنگ پر — لیٹ گئے۔

"ابو! کھانا کھا لیں۔" بھابھی نے پکارا۔

"ذرا ٹھہر کر کھاؤں گا۔ پیٹ میں کچھ گڑبڑ محسوس ہو رہی ہے۔" ابو نے آنکھیں موندھے موندھے ہی جواب دیا۔

"طبیعت تو ٹھیک ہے؟" بھابھی کو ان کی آواز بھاری لگی۔

"ہاں۔ راستے میں ہوا بہت تھی ریت مٹی سے آنکھیں اور منہ بھر گیا۔"

"اچھا......!" بھابھی ان کی بات سنتے سنتے بچوں کی طرف متوجہ ہوئیں۔

"بشریٰ کہاں ہے؟"

"لیٹی ہوئی ہے۔"

"ہوں!" ابو کا ذہن مختلف خیالات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ مشکلات کے بھنور نے انہیں چکرا کے رکھ دیا تھا۔ بیٹی کی حالت اور حالات دونوں ہی دیکھے نہیں جا رہے تھے۔

"خدا جانے کیا بلا ہے، کون سا آسیب جو ہم پر مسلط ہو گیا ہے؟"

☆☆☆

نوفل نے موبائل پر ویڈیو لگا کر امی کے ہاتھ میں دیا۔ یہی ویڈیو اور اس کے علاوہ کچھ اور بھی ویڈیوز اس نے اپنی ساری بہنوں کو بھی بھیجی تھیں۔

ویڈیو شروع ہو گئی تھی، ڈاکٹر فرجاد (سائیکاٹرسٹ) بول رہے تھے۔

"سب سے بڑا بھوت پریت ہمارا وہم ہے۔

سب سے بڑا چھلاوہ ہمارا خوف ہے۔

جسم کی طرح دماغ بھی بیمار ہوتا ہے وہ دماغ جو سب سے پیچیدہ اور حیرت انگیز مشین ہے۔ اس میں اربوں کھربوں نیورائز ہیں جو ایک سیکنڈ سے بھی کم وقت میں دس لاکھ سے زیادہ کیمیائی عمل کرتے ہیں۔ ہم خوش ہوں یا غمگین، اداس ہوں یا پریشان، ہنس رہے ہیں، رو رہے ہیں، مختلف مواقع اور مختلف حالات میں ہمارا دماغ مخصوص کیمیکلز ریلیز کرتا ہے۔ کیمیکلز کا عدم توازن ذہنی بیماریوں کا سبب بنتا ہے جس میں سب سے زیادہ اور عام بیماری ڈپریشن ہے۔ جو انتہائی ٹینشن اور پریشان کن حالات کی پیداوار ہے اس بیماری میں اکثر اوقات مریض کی حالت اور کیفیت ایسی ہو جاتی ہے جو غیر معمولی ہوتی ہے۔ ہماری ضعیف الاعتقادی، لاعلمی اور شعور و آگہی سے دوری اس بیماری کو ماورائی معاملات سے جوڑ دیتی ہے۔ جسے ہم نے مختلف نام دیے ہوئے ہیں۔ جھپیٹے میں آنا، ان دیکھی مخلوق کا سایہ۔ جن چڑھ جانا چھلاوے کا قبضہ، اور یہ کہ کسی بزرگ کی سواری۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ اکثر پڑھے لکھے افراد بھی اس ضعیف الاعتقادی کا شکار ہیں۔ کسی تکلیف بیماری یا پریشانی میں دعا کرنا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے، مگر دعا کے ساتھ علاج اور دوا کا اہتمام بھی ضروری ہے۔ روحانی علاج کے نام پر عموماً لوگوں کو بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ بیماری کی صحیح تشخیص، اس بیماری کا آدھا علاج ہے، مریض کو غلط سمت میں لے جانے کا مطلب اس کا مرض بڑھانا ہے۔ ہمارے

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہاں کئی افراد خصوصاً خواتین، لڑکیاں بچیاں مختلف ذہنی امراض کا شکار ہیں، جن میں ڈپریشن ہسٹریا اور مالیخولیا عام ہیں۔

ہم نے ان ذہنی امراض پر ان دیکھی مخلوقات اور ماورائی ہستیوں کا پردہ ڈال رکھا ہے۔ اس پردے کے پیچھے یہ بیماریاں پھلتی پھولتی رہتی ہیں اور مریض کو اکیلا کر کے ہم اسے مزید بیمار کر دیتے ہیں......"

نوفل پانی پی رہا تھا۔ بہنیں آپس میں کھسر پھسر کر رہی تھیں امی کے چہرے پہ انتہائی پریشانی کے آثار تھے۔ ابو بالکل خاموش بیٹھے تھے۔

"امی...... میں ذرا کام سے جا رہا ہوں۔"

"کہاں؟"

"ضروری کام ہے، آ کر بتاتا ہوں......" نوفل باہر نکل گیا۔

"تم نے بتا دیا بیٹے کو؟" ابو نے بیگم سے سوال کیا۔

"جیسے منہ بھر کے انکار کیا ویسے ہی بیٹے کو بھی خود ہی بتا دیں، میری تو ہمت نہیں ہے۔" امی نے تڑخ کر انہیں جواب دیا۔

جو کیا ہے تم سب کے بھلے کے لیے کیا ہے۔"

"میرا نام مت لیں۔ مجھے تو ہول اٹھ رہے ہیں۔ دنیا میں اپنی بھانجی کا سامنا کیسے کروں گی، مرنے کے بعد اپنی بہن کو کیا منہ دکھاؤں گی۔" امی پھپھک کر رو دیں۔

"امی پلیز! رونے سے تو مسئلہ حل نہیں ہوگا نا۔" بیٹیاں اٹھ کر ان کے قریب آ گئیں۔ "ابو جی، آپ خالو سے بات کرنے سے پہلے گھر میں تو مشورہ کر لیتے۔" قاکہہ نے باپ کو مخاطب کیا۔

"مجھے جو ٹھیک لگا میں نے وہ کر دیا۔" ابو اپنے دفاع میں کچھ زیادہ نہیں بول رہے تھے۔ ان کے چہرے پہ پچھتاوا تو نہیں مگر الجھن ضرور تھی۔

"نوفل نہیں مانے گا۔ کبھی بھی نہیں۔" قاکہہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"وہ تو بشریٰ کی حالت کو بھی ذہنی مرض کہہ رہا ہے۔ جن چیزوں پہ، جن باتوں پر اسے یقین ہی نہیں ہے ان کے بارے میں اسے کیسے قائل کریں گے۔ پھر کیا پتا وہ ٹھیک ہی کہہ رہا ہو۔ میری سسرال میں بھی کچھ کا یہی کہنا ہے جو ابھی ویڈیو میں دیکھا ہے؟" نائلہ نے بھی تبصرہ کیا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے؟"

"پتا نہیں، کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ، جس کی بات سنو، اس پر ہی یقین آنے لگتا ہے ابھی ویڈیو دیکھ کر ڈاکٹر سچے لگ رہے ہیں ان کے پوائنٹ سن کر اس پر اعتبار آ جاتا ہے۔ میرا تو دماغ بند ہونے لگا ہے۔" قاکہہ نے اپنا سر تھام لیا۔

"اوپر سے ابوجان نے نیا فضیحتہ کھڑا کر دیا۔"

"نوفل کو پتا چلے گا تو پتا نہیں کیا ہوگا؟"

☆☆☆

نوفل تو گھر آیا تھا۔ بھابھی سے بات کرنے۔ ان کی سپورٹ اور مدد لینے مگر انہوں نے جو اطلاع دی اسے سن کر محاورۃً نہیں بلکہ حقیقتاً نوفل کے پیروں تلے زمین نکل گئی۔

"یہ کیا مذاق ہے آپا؟" نوفل نے خود کو سنبھالنے کی سعی کی۔ اسے لگا کہ وہ ابھی زور سے ہنس کر کہیں گی، دیکھا، کیسا ڈرایا؟

مگر اس کی خام خیالی تھی۔ وہ بہت سنجیدہ تھیں۔

"ان حالات میں کیا مذاق کروں گی؟ مذاق تو ہمارے ساتھ ہو رہا ہے ماموں (نوفل کے والد) سے مجھے یہ امید نہ تھی۔ کوئی غیر ہوتا تو...... یہ تو اپنے ہیں۔"

وہ اور بھی بہت کچھ بولتی جا رہی تھیں۔ نوفل کے کان سائیں سائیں کر رہے تھے۔ اسے نہ کچھ سنائی دے رہا تھا اور نہ ہی کچھ سمجھ آ رہا تھا اسے تو یقین بھی نہیں آ رہا تھا کہ اس کے والدین یوں چپ چپاتے اور اکیلے اتنی بڑی بات اور اتنا بڑا فیصلہ کر لیں گے۔ گھر میں کسی کو بھی اعتماد میں لیے بغیر۔ کسی سے مشورہ کیے یا بتائے بغیر؟

"اب کیا کرو گے؟" بھابھی نے ہمدردی سے

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

اس کا اترا ہوا منہ دیکھا جس پر شکست و ریخت کے آثار تھے۔

"جو کرنے آیا تھا وہی کروں گا۔" نوفل نے کسی توقف اور ہچکچاہٹ کے بغیر فوراً جواب دیا پھر ان سے سوال کیا۔

"آپ بتائیں۔ میرے ساتھ چل رہی ہیں یا نہیں؟"

"میں کیسے جاؤں؟ ابو کو یا نعمان کو بھنک بھی پڑ گئی تو میری خیر۔۔ تمہیں ہے اور بچی بچی بتاؤں، مجھے ڈاکٹروں پہ بھروسا نہیں۔ کیا پتا وہ بھی اپنی دکان داری چمکانے کے لیے دوسروں کو غلط کہتے ہوں۔" بھابھی نے نوفل کی بھیجی ہوئی ویڈیوز دیکھ لی تھیں مگر وہ ابھی بھی بے اعتبار تھیں۔

"آپا پلیز، میری خاطر، میری ہیلپ کر دیں، میں اکیلا اسے اپنے ساتھ نہیں لے جا سکتا۔ امی سے بھی بات کی مگر وہ بھی خالو کی مرضی کے بغیر یہ قدم نہیں اٹھا سکتیں، نعمان بھائی اور سفیان نے اپنا ذہن ایک ہی طرف پکا کیا ہوا ہے، اور نوفل نے اپنی بات بے بسی سے ادھوری چھوڑ دی۔

"مولانا صاحب نے گھر سے باہر جانے کو منع کیا ہے اگر کوئی اور گڑبڑ ہو گئی تو؟" بھابھی بہت ڈری ہوئی تھیں۔ ڈر، خوف اور توہمات کی جڑیں بہت گہری اور اندر تک گڑی ہوئی تھیں۔

"اُفوہ۔ آپا کچھ تو عقل کا استعمال کر لیں۔" نوفل زچ ہو گیا۔

"اچھا تم نعمان سے پوچھ لو، وہ اجازت دے دیں تو بشریٰ کو ڈاکٹر کے لے چلوں گی۔" بھابھی نے آفر کی۔

"کی تھی ان سے بات، بہت دیر دماغ کھپایا مگر وہ خالو کی مرضی کے بغیر کوئی قدم اٹھانے کو تیار نہیں، شانو باجی بھی آپ کی ہم خیال ہیں۔"

"ہم دونوں ڈرتے ہیں، اگر خدانخواستہ کوئی گڑبڑ ہو گئی تو سارا الزام اور ذمہ داری ہمارے سر آجائے گی۔" بھابھی نے اعتراض کیا۔

"آپ یہ بھی تو سوچیں کہ اگر علاج کے بعد وہ ٹھیک ہو گئی تو کتنا ثواب اور دعائیں سمیٹیں گے آپ دونوں؟"

نوفل کی دلیل کے جواب میں بھابھی کے پاس سوائے خاموشی کے اور کچھ نہ تھا۔

"میں آپ کا ساتھ دینے کو تیار ہوں۔ بشریٰ کو ڈاکٹر کے علاج کی ہی ضرورت ہے۔" مناہل کی آواز پہ نوفل اچھل پڑا اسے اپنی سماعتوں پر اعتبار نہیں آیا۔ اس نے گردن گھمائی۔

"بھابھی! آپ"......

"نوفل بھائی! ہم سب مل کر بشریٰ کے ساتھ بہت غلط کر رہے ہیں۔" مناہل کی آواز دھیمی تھی۔

"مگر سفیان؟" بھابھی اور نوفل نے تقریباً ایک ساتھ کہا۔

"انہیں فیس کرنا میرا کام ہے۔ میں سنبھال لوں گی، فکر نہ کریں۔"

"ابا کا غصہ جانتی ہو؟" بھابھی نے ڈرانے کی کوشش کی۔۔

"میں یہ جانتی ہوں کہ ہم بشریٰ کے ساتھ جو کچھ کر رہے ہیں وہ ٹھیک نہیں وہ روز بروز مزید بیمار ہو رہی ہے۔" مناہل سنجیدہ اور پرعزم تھی۔

"آپ کا احسان ہمیشہ یاد رہے گا بھابھی!" نوفل کی آنکھیں نم ہو گئیں۔ وہ نئے سرے سے جی اٹھا تھا۔

ان تینوں کے جانے کے تھوڑی دیر بعد ابا گھر آگئے تھے۔ بیٹی کی فکر اور پریشانیوں نے انہیں پہلے سے مزید بوڑھا — کمزور اور بہت زیادہ چڑچڑا کر دیا تھا۔

"یہ دونوں کہاں ہیں؟" چھوٹے سے گھر میں دو نفوس کی غیر موجودگی معلوم ہونے میں زیادہ وقت نہیں لگتا تھا۔ مناہل اور بشریٰ کچھ دیر نظر نہ آئیں تو وہ پوچھ بیٹھے۔

سوائے سچ بتانے کے، بھابھی کے پاس کوئی چارا نہ تھا۔ اور ابا کا ردعمل توقع کے مطابق ہی تھا۔

Scanned with CamScanner

"پاگل تو نہیں ہو گئے تم سب، اگر الٹا سیدھا کچھ ہو گیا اس کے ساتھ۔ تو کون ذمے دار ہو گا۔" وہ زور سے دھاڑے، فکر پریشانی اور غصے کے علاوہ ان کے چہرے پر انجانا سا خوف بھی تھا۔ ان دیکھے آسیب کا ڈر۔ کسی انہونی کا خطرہ۔ یہ وہی خوف تھا جو تمام اہل خانہ کے دلوں میں گھس کر بیٹھا تھا۔

"میں نے تو بہت سمجھایا مگر نوفل نہیں مانا، پھر مناہل کی بھی یہی رائے ہے جو نوفل کی ہے۔" بھابھی نے اپنی صفائی پیش کی۔

"کچھ خبر ہے کہاں گئے ہیں؟" ابا بے چین ہو گئے تھے۔

"یہ تو نہیں معلوم۔" بھابھی نے نفی میں سر ہلایا۔

"فون لگاؤ۔" ابا نے حکم دیا۔

"بجلی کی لوڈشیڈنگ میں واٹس ایپ نہیں چلے گا اور موبائل میں بیلنس نہیں ہے۔"

"خدا جانے کب آئیں گے؟" صبر کے گھونٹ پیتے ہوئے وہ ایک ایک لمحہ گن گن کر گزار رہے تھے۔

☆☆☆

کلینک کی انتظار گاہ میں بیٹھے سارے مریضوں کی طرح وہ تینوں بھی اپنی باری کے منتظر تھے۔ وہاں کافی رش تھا۔ ابھی نمبر آنے میں بہت دیر تھی۔

بیشتر افراد موبائلز میں مگن تھے۔ مناہل بھی اپنے موبائل میں لگی ہوئی تھی۔ نوفل مضطرب تھا۔

"اس کے ساتھ والی کرسی پر بشریٰ بیٹھی تھی۔ وہ خطرناک حد تک خاموش تھی۔

اب تک اس نے ایک بار بھی خود سے بات نہیں کی تھی۔ منا ہل اور نوفل کے کہنے پر ہی سوال یا بات پر ہوں ہاں کر دیتی اور بس۔

"بشریٰ کوئی بات کرو۔" نوفل نے اسے مخاطب کیا۔

"کیا بات؟" اس نے اپنی نگاہیں نوفل پہ مرکوز کیں، جن میں کرب بھی تھا، وحشت بھی تھی، تنہائی اور بے بسی کے کانٹے تھے جن کی چبھن نوفل اپنے دل میں محسوس کر رہا تھا۔

"کچھ بھی، کچھ تو کہو۔ کوئی شکوہ، شکایت، فرمائش، دل کی کوئی بات؟"

"خالو نے ہمارا رشتہ ختم کر دیا، شادی سے انکار کر دیا۔" بشریٰ نے سوال نہیں کیا تھا بلکہ اسے بتایا تھا یا شاید شکایت کی تھی، نوفل سن ہو کر رہ گیا۔ چند لمحوں کے لیے اس کا تمام وجود شل ہو گیا تھا۔

"میں نے گھر پر ابا اور نعمان بھائی کی باتیں سنی تھیں۔" بشریٰ نے اس کے پوچھنے سے قبل ہی اس کے سوال کا جواب دے دیا۔

"ابو اور خالو کا جب بھی جھگڑا ہوتا ہے اسی طرح کی باتیں ہوتی ہیں۔ مگر اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہمارا رشتہ اتنی آسانی سے کوئی بھی ختم کر سکتا ہے۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں ضرورت ہے کہ اس قسم کی باتوں پر دھیان دو۔" نوفل نے نرم لہجے اور مناسب لفظوں میں اسے تسلی دی۔

"اگر وہ نہ مانے تو؟"

"وہ مانے ہوئے ہیں، بس ذرا اکڑ دکھا رہے ہیں جس کا علاج میری امی اور بہنوں کے پاس ہے۔ تم فکر نہ کرو۔" نوفل نے زبردستی لہجے میں بشاشت بھری۔

"مجھے کسی پر بھی یقین نہیں آتا۔ کسی کا بھروسا نہیں ہوتا کسی کا اعتبار نہیں ہوتا، نہ لوگوں کا نہ زندگی کا۔" بشریٰ کھوئے کھوئے لہجے میں بول رہی تھی۔

"مجھ پر بھی نہیں؟"

"پتا نہیں۔" بشریٰ کی صحرا آنکھوں میں بس ریت ہی ریت اڑ رہی تھی۔

☆☆☆

ہوا خنک بھی تھی اور اداس بھی۔ ایک جھونکا چہرے اور وجود کو چھوتا ہوا گزرا، نوفل نے جھرجھری لی بشریٰ کا چہرہ بے تاثر تھا منا ہل کے چہرے پر تھوڑی گھبراہٹ تھی۔

گھر میں قدم رکھتے ہوئے ایک لمحے کو نوفل کے قدم رکے اس نے ایک گہری سانس لی اور اندر چلا

Scanned with CamScanner

گیا۔

وہاں متفکر چہرے لیے گھر کے سارے نفوس بیٹھے تھے۔ ابا، نعمان، سفیان اور بھابھی۔

"خالو! کسی کا کوئی قصور نہیں ہے میں لے کر گیا تھا۔ جو کہنا ہے مجھے کہیے؟" نوفل دھیمے لہجے میں بولتے ہوئے ابا کے قریب بیٹھ گیا۔

"ہمیں مشکل میں ڈال رہے ہو بیٹا، اس کا علاج چل رہا ہے گھر سے نکلنا منع ہے، بہت سختی سے منع کیا تھا۔ خدا جانے اب کیا ہوگا؟ ابا کے چہرے پہ خوف بھی تھا اور بے بسی بھی۔

"علاج اب شروع ہوا ہے۔ ڈاکٹر نے شدید قسم کا ڈپریشن بتایا ہے اگلے ہفتے پھر وزٹ ہے۔ اس ہفتے کی میڈیسن میں لے آیا ہوں اور اب سے بشریٰ میری ذمے داری ہے آپ یقین رکھیں۔ بشریٰ بھی ٹھیک ہو جائے گی اور حالات بھی۔"

نوفل کے چہرے پہ سچائی تھی۔ اس کے الفاظ بھی اس کی طرح خالص تھے بغیر کسی بناوٹ کے، بغیر کسی کھوٹ کے ابا نے اس لمحے خود کو اور بشریٰ کو بہت خوش نصیب خیال کیا۔ نوفل وہ لڑکا تھا جس کے ساتھ ان کی بیٹی بہت خوش رہتی مگر اگلے ہی لمحے ایک بد صورت دیوار نے ان کے خیال کی پرواز روک دی۔

"تمہارے باپ نے اس شادی سے انکار کر دیا ہے۔"

"ان کے علاوہ اور کسی نے انکار نہیں کیا مجھ سمیت، اور ہم سب مل کر انہیں سنبھال لیں گے۔" نوفل مسکرایا۔

ابا کو اپنے دل پر سے بہت بھاری بوجھ ہٹتا ہوا محسوس ہوا۔

"کوئی اللہ کا بندہ چائے بنا رہا ہے یا نہیں؟" اپنے مخصوص انداز میں وہ زور سے بولے، مناہل اور بھابھی دونوں ایک ساتھ ہڑبڑا کر کچن میں گھس گئیں۔

☆☆☆

سفیان پر نوفل کی تقریر کا کوئی اثر ہوا یا نہیں اس سے قطع نظر بیوی کی گوشمالی تو اس کا فرض تھی جو اس کی اجازت کے بغیر بشریٰ کو باہر لے گئی تھی۔ کمرے میں وہ مناہل پر برس رہا تھا۔

"کس نے کہا تھا یہ ہیرو گیری کرنے کو؟ معلوم ہے نا گھر سے نکلی تو وہ آسیب پھر آ جائے گا کچھ ہو گیا دوبارہ تو کوئی کیا کر لے گا؟"

"آسیب اس پر نہیں ہے۔ ہم سب کے دماغوں پر ہے۔"

"اپنی پڑھائی کا زیادہ رعب مت جھاڑ۔" سفیان تپ گیا۔ حالانکہ مناہل فقط دو جماعت تو زیادہ تھی اس سے وہ انٹر تھی اور یہ میٹرک۔

"بے کار میں ہائپر ہو رہے ہو، ڈاکٹر نے بشریٰ کا مرض بتا دیا ہے علاج ہوگا، ٹھیک ہو جائے گی۔" مناہل نے اس کے غصے کا کوئی خاص نوٹس نہ لیا۔

"بھابھی سے تو ہر وقت تیری چخ چخ رہتی ہے گھر کے کاموں پر، نند کے لیے بڑی ہمدردی کا بخار چڑھا ہوا ہے تجھے، میری بہن ہے وہ تجھے ضرورت نہیں ہے زیادہ محبت جتانے کی۔"

"تم نہیں سمجھو گے، مجھے ہمدردی کا بخار کیوں چڑھا ہوا ہے۔"

مناہل وہاں سے ہٹ گئی۔ وہ مزید لایعنی بحث نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ سمجھا نہیں سکتی تھی کہ اسے بشریٰ سے اتنی ہمدردی کیوں ہو رہی تھی؟ کیوں اس پر ترس آتا تھا۔ کیوں وہ دل سے چاہتی تھی کہ بشریٰ ٹھیک ہو جائے اور زندگی کی خوشیوں سے اپنا حصہ وصول کر لے۔

مناہل آئینے کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ وہ اپنا چہرہ اپنے خدوخال غور سے دیکھ رہی تھی۔

"مجھے، اس میں اپنا آپ نظر آتا ہے۔ وہ منا‌ہل جو کبھی اپنے بھائی، بھابھیوں کے رحم و کرم پر تھی۔ جس کے سر میں درد ہوتا تو کوئی گولی دینے والا، ایک کپ چائے بنانے والا نہ ہوتا جو بخار میں یا کسی اور تکلیف میں تڑپ رہی ہوتی تو کسی کو پرواہ تک نہ ہوتی۔ بے نیازی، رویوں اور بے گانگی کے تلخ رویوں

Scanned with CamScanner

کو بھگتی ہوئی۔

منائل جب بیاہ کر اس گھر میں آئی تو بشریٰ کا رویہ اس کے ساتھ ویسا ہی تھا جیسے بھابھی کے ساتھ تھا بے ضرر، سادہ اور مروت میں گھلا ہوا۔

منائل وہاں سے ہٹ کر بیڈ کے کنارے آ بیٹھی۔

بھابھی کے ساتھ اس کے تعلقات مثالی نہیں تھے۔ بس نارمل تھے جیسا کہ عموماً دیورانی جیٹھانی میں ہوتے ہیں۔ مگر بشریٰ کی بات الگ تھی۔ اس کے ساتھ روایتی نند بھاوج والا معاملہ نہ بشریٰ نے بھی رکھا اور نہ منائل نے۔

"مجھے معلوم ہے میں بہت زیادہ اچھی نہیں ہوں مجھ میں خامیاں ہیں۔ جب اور جیسے میرا بس چلا، اپنی بھابھیوں کے بدصورت رویوں کا بدلہ لینے کی کوشش کی۔ یہاں بھی بھابھی (جیٹھانی) سے میرے تعلقات مثالی نہیں۔ کھٹ پٹ ہوہی جاتی ہے مگر میں اتنی بری نہیں ہوں کہ کسی کی اچھائی کا بدلہ برائی سے دوں۔" منائل خود کلامی کر رہی تھی۔

موبائل اٹھا کر آن کرتے ہوئے سفیان نے پہلے ایک نظر اسے دیکھا پھر گھور کے دیکھا۔ "تجھ پر بھی کوئی جن آ گیا؟"

"جس دن مجھ پر جن آ گیا پتا چل جائے گا تمہیں۔" منائل کے جتاتے ہوئے انداز میں دھمکی بھی پوشیدہ تھی۔

☆☆☆

باہر موسم کے تیور بدل رہے تھے۔ پتوں کی سبز رنگت میں زردی گھلنے لگی تھی۔ گھر کے اندر مکینوں کے دل اور حالات پہلے جیسے ہی تھے یا بدلنے والے تھے۔ اس کا جواب آنے والے وقت میں تھا۔

نعمان بھائی موبائل میں وہ ویڈیو دیکھ رہے تھے جو نوفل گاہے گاہے بھیجتا رہتا تھا۔

ویڈیو کے آغاز میں ہارر مووی کا ایک کلپ تھا۔

ایک لڑکی جو اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا گلا دبانے کی کوشش کر رہی تھی اس کے ہاتھ قابو کر کے روکنے کی کوشش کی گئی تو لڑکی کی آنکھیں بتدریج سرخ ہوتی چلی گئیں، چہرے پر بڑھی اور پھر شدید غصہ، وہ اسی عالم میں زور زور سے بول رہی تھی۔ اس کی آواز بدل گئی تھی وہ جو زبان بول رہی تھی وہ نامانوس تھی۔ اس کے قریب کھڑے دونوں ساتھیوں کے لیے ناقابل فہم، دونوں کے چہروں پر کچھ کچھ خوف طاری ہونے لگا اور پھر لڑکی نے اپنی پوری طاقت سے خود کو چھڑانے کے لیے اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ اس کے بازو پکڑے دونوں ساتھی دور جا گرے۔ ان کے خوف زدہ چہروں کا کلوز اپ لیا گیا جو جلدی سے اٹھ کراہ گرتے پڑتے بھاگ رہے تھے۔

کلپ ختم ہو گیا اب اسکرین پر ڈاکٹر نوشابہ کاظمی تھیں۔ مشہور سائیکاٹرسٹ، بلاگر اور یوٹیوبر وہ بول رہی تھیں۔

"دنیا بھر میں جتنی بھی ہارر موویز بنتی ہیں۔ ان کا کانٹینٹ کم و بیش یہی ہوتا ہے۔ کوئی غیر مرئی، خوف ناک مخلوق، جو کسی انسان پر قابض ہو جاتی ہے اس انسان کی آواز، بول چال، جسمانی طاقت، سب میں تبدیلی آ جاتی ہے۔ وہ انسان غیر معمولی حرکات کرنے لگتا ہے۔ کبھی خود کو نقصان پہنچاتا ہے کبھی دوسروں کو۔

کئی دہائیوں سے اس طرح کی فلمیں بن رہی ہیں اور ہم دیکھ رہے ہیں۔ فلموں اور ڈراموں کے بہرحال اپنے اثرات ہوتے ہیں۔ اور یہ کس حد تک دیکھنے والوں کا مائنڈسیٹ بناتے ہیں۔ پھر ہمارے معاشرے کی اپنی ایک سائیکی اور کم علمی ہے۔ صدیوں پرانی توہم پرستی ہے۔ نظر نہ آنے والی مخلوقات کے حوالے سے مختلف عقائد ہیں۔ سنی سنائی باتوں اور واقعات کو بغیر سوچے سمجھے بغیر تصدیق کے آگے بڑھانے کا چلن ہے۔

جب ہم کسی انسان میں اس طرح کی کیفیت اور حالت دیکھتے ہیں تو اس کی ذمے داری فوراً ان دیکھی مخلوق پر ڈال دیتے ہیں۔ خدارا شعور و آگہی کا

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

دامن پکڑیں۔ اس بیماری کو سمجھیں اور اس کا علاج کروائیں مریض کی آواز بھی بدل سکتی ہے لہجہ بھی، غصہ بھی آسکتا ہے۔

یادداشت پہ بھی اثر پڑ سکتا ہے اور ہیلوسی نیشن ایسے وجود نظر آنا جو مریض کا وہم ہوتے ہیں مگر وہ حقیقت نہیں آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ جو کسی اور کو نہیں آتیں۔

مختلف ذہنی امراض میں مختلف علامتیں ہوتی ہیں، بس سمجھنے کی بات یہ ہے کہ مرض کو مرض سمجھیں، کچھ اور نہ سمجھیں۔ گھر میں شور شرابا اور ہنگامہ برپا تھا۔ درجن بھر بچوں نے مل کر وہ ادھم مچایا ہوا تھا کہ خدا کی پناہ۔ شافعہ نے ان کا بندوبست کیا۔ اسٹور سے فٹ بال، کرکٹ کا بیٹ بال باہر نکالے کیرم بورڈ اور لوڈو بھی موجود تھے۔

"جسے باہر کھیلنا ہے، یہ گیندیں اور بلا لے جاؤ جسے گھر میں کھیلنا ہے، وہ لوڈو اور کیرم کھیلیں۔"

شافعہ کے اعلان یا پیشکش پر ایک کھلبلی مچ گئی، پانچ منٹ بعد سارے بچوں نے مشاورت کی اور آدھے بچے گھر سے باہر آدھے گھر میں لوڈو اور کیرم سنبھال کر بیٹھ گئے۔

"شکر ہے سکون تو ہوا۔" عافیہ نے چائے کی ٹرے سب کے درمیان رکھی۔

"ایسے تو نہ کہو، ماشاءاللہ گھر کی رونق ہیں۔ ہم تو شور کو ترس جاتے ہیں۔ انتظار کرتے ہیں بچوں کے آنے کا۔" امی نے بیٹی کو ٹوکا۔

"کہ یہ فوج آئے اور سب کچھ درہم برہم کردے۔" فاکہہ نے لقمہ دیا۔

امی نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا ہی تھا کہ ابو کھنکھارتے ہوئے گھر میں داخل ہوئے۔ ماں اور بیٹیوں کے درمیان معنی خیز خاموشی چھا گئی۔

"ابو جی! چائے پی لیں۔" باجی نے آگے بڑھ کر انہیں چائے کا مگ پیش کیا۔

"ہوں، کیا ہو رہا ہے بھائی۔" چائے تھام کر وہ بھی محفل میں براجمان ہو گئے۔

"آپ کے خلاف سازش، فاکہہ نے بہن کے کان میں سرگوشی کی۔

"شش.......... بدتمیز۔"

"نوفل کہاں گیا؟" ابو نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔

"خالہ کے گھر گیا ہے۔"

"پھر پہنچ گیا وہاں؟"

"ظاہر ہے، سسرال ہے۔" باجی کو بات شروع کرنے کا موقع مل گیا۔

"میں تو انکار کر کے آگیا۔ نوفل کیا کرنے گیا ہے وہاں؟"

"انکار آپ نے کیا ہے نوفل نے نہیں۔" فاکہہ نے جتایا۔

"میں نے بھی نہیں کیا؟" امی جان میدان میں آگئیں۔

"تمہاری ماں تو بھانجی کی محبت میں اندھی ہو گئی ہے۔" مرزا صاحب نے منہ بنایا۔

"خالی محبت نہیں ہے مجھے خوف خدا بھی ہے۔ جو تمہیں نہیں ہے۔ میرے آگے بھی بیٹیاں ہیں۔ نواسیاں ہیں۔ کسی کا بُرا سوچتے ہوئے مجھی ڈر لگتا ہے۔" امی ہمیشہ کی طرح جذباتی ہو گئیں۔

"عجیب عورت ہو۔ آسیب زدہ بہو گھر لاؤ گی؟"

"اللہ نہ کرے، آسیب زدہ کیوں ہوتی، ڈاکٹر نے کہا ہے کہ بیماری ہے علاج کے بعد ٹھیک ہو جائے گی۔"

"تمہارے بیٹے نے یہ پٹی پڑھائی ہے تمہیں۔ تم دونوں ماں بیٹا عقل سے پیدل ہو۔" ابو کی گوہر افشانی پر لڑکیوں نے سر تھام لیے۔

"کیا ہو گیا ہے ابو آپ کو؟"

"مجھے تو کچھ نہیں ہوا۔ بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں۔ حواس بھی سلامت ہیں اور دماغ بھی۔" ابو نے چائے ختم کر کے خالی مگ ٹرے میں رکھا۔

"ارے تو کیا ہمارا دماغ خراب ہے پاگل ہیں

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

ہم؟" امی کو غصہ آنے لگا۔

"افوہ امی! ابو! آپ دونوں لڑنے کے بجائے کام کی بات کیوں نہیں کرتے۔" فاکہہ نے مداخلت کی۔

"کون سی کام کی بات؟" ابو نے بیٹی کو گھورا۔ انہیں کچھ کچھ دال میں کالا لگ رہا تھا۔ جس طرح ان کی بیگم اور بیٹیاں انہیں گھیر کر بیٹھی تھیں۔ ضرور کوئی خاص معاملہ تھا۔

"ابو جی، اچھی بھلی کہانی میں کیوں ولن بن رہے ہیں آپ؟" باجی نے انہیں مخاطب کیا۔

"اکلوتا بیٹا ہے میرا۔"

"تو؟ ہمارا بھی تو اکلوتا بھائی ہے۔"

"تم سب کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہے۔ مروت اور ہمدردی کی۔" انہوں نے طنز کیا۔

"آپ کو فخر کرنا چاہیے کہ آپ کی فیملی خود غرض اور بے مروت نہیں ہے۔"

"تم لوگ آخر چاہتی کیا ہو؟" سب کو ایک منہ دیکھ کر وہ جھنجھلا گئے۔ "نوفل کی خوشی مگر آپ کی خوشی اور رضا مندی کے ساتھ؟" باجی نے انتہائی سنجیدگی سے کہا۔

"تمہاری ماں ہمیشہ یہی حربہ اختیار کرتی ہے جب کوئی بات منوانی ہو تو بیٹیوں کو آگے کر دیتی ہے۔" وہ مزید جھلائے۔

"اس لیے کہ آپ اپنی پیاری بیٹیوں کی کوئی بات کبھی نہیں ٹالتے۔" فاکہہ نے مسکا لگایا۔

"تو کیا تمہاری باتوں میں آ کر اپنا بیٹا قربان کر دوں؟" بیگم کی چال بازی پر انہیں بہت طیش آ رہا تھا۔

"کئی سالوں سے سگی خالہ کے گھر رشتہ لگا ہوا ہے، شادی بھی ہونے والی ہے۔ سب کو ہی معلوم ہے۔ اب رشتہ ختم ہونے کی باتیں نکلیں گی تو ہم لوگوں کو کیا منہ دکھائیں گے۔ ہم سب بہنیں بھری سسرالوں میں رہتی ہیں کس کس کا منہ بند کریں گے۔ کچھ بے اندازہ ہے آپ کو، سب لوگ کتنی باتیں بنائیں گے۔"

عالیہ نے بہت دیر خاموش رہنے کے بعد ایک لمبی تقریر کی۔

"اور کیا سب کے سامنے تو ہمیں ہی شرمندہ ہونا پڑے گا۔" فاکہہ نے منہ بنایا۔

"ان سسرال والوں کی تو ایسی کی تیسی۔" ابو کے چہرے کے زاویے بگڑ گئے اور بہت دیر تک بگڑے رہے۔

"تمہاری ماں بھی کبھی بہت چالاکیاں دکھاتی ہے۔" کوئی واضح جواب دیے بغیر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"جب گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلے تو انگلی ٹیڑھی ہی کرنی پڑتی ہے۔"

امی نے ایک ٹیڑھی نگاہ شوہر نامدار پر ڈالی اور اونہہ کہہ کر چہرہ دوسری طرف پھیر لیا۔

☆☆☆

باہر ہوا اپنے دامن میں سوکھے پتے اور گرد و غبار لیے ادھر سے اُدھر سرپٹخ رہی تھی۔ فضاء میں عجیب اداسی کی آمیزش تھی۔

باہر کے ان موسموں سے بے نیاز بشریٰ اندر کمرے میں بیٹھی تھی۔ کاٹن کا ایک ٹکڑا اس کے سامنے پڑا تھا۔ بریرہ کی فراک سینی تھی۔ ڈاکٹر نے کہا تھا کہ وہ معروف رہے کسی بھی ایسے کام میں جو اس کا من پسند ہو اور فی الحال تو یہی معروفیت تھی؟ جس میں وہ بڑے شوق سے مگن رہتی تھی۔

ٹکڑے کی کتر بیونت کے بعد وہ میچنگ کا دھاگا دیکھنے لگی برآمدے میں نوفل بڑی بھابھی سے بحث کر رہا تھا۔ وہ بشریٰ سے بات بلکہ باتیں کرنا چاہتا تھا۔ فون پر نہیں بلکہ آمنے سامنے۔

"ڈرائنگ روم میں بیٹھ جاؤ نا۔" بھابھی نے تجویز پیش کی۔

"میں چھت پر جا رہا ہوں۔ کھلی فضا میں بیٹھنے کا اپنا الگ ہی مزا ہے۔" نوفل کے اصرار پر بھابھی پریشان ہو رہی تھیں۔

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

"چھت پہ نہ جاؤ نوفل، وہاں خطرہ ہے۔" انہوں نے دبی زبان میں کہا۔

"کیسا خطرہ؟"

"راہ گزر ہے وہ ایسی ویسی مخلوق کی۔ بشریٰ اور تم وہاں نہ جاؤ تو بہتر ہے۔ دم کیا ہوا پانی گھر کے سارے کونوں میں چھڑکتی ہوں۔ چار دن باقی ہیں۔ پھر چلہ مکمل ہو جائے گا۔ سارے اثرات بد ختم ہو جائیں گے۔"

"آپ کی سوئی ابھی تک وہیں اٹکی ہوئی ہے؟" نوفل نے ایک گہری سانس لی۔

"بھئی کوئی مانے یا نہ مانے مجھے تو ان سب سے بہت ڈر لگتا ہے کیا پتا سچ مچ کچھ نہ کچھ ہوتا ہو؟"

"ڈر ہمارے اندر ہوتا ہے باہر نہیں۔"

"وہ جو تم ویڈیوز بھیجتے ہو نا ان کی تقریریں کافی ہیں سننے کے لیے، اب تم مزید نہ پکاؤ۔"

"چلیں نہیں پکاتا، میں اوپر جا رہا ہوں، مہربانی ہوگی۔ ہماری محترمہ کو بھیج دیں۔" نوفل سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

"اے ہائے نوفل، اپنی ذمہ داری پہ جانا، کچھ ہو گیا تو میری گردن پھنسے گی۔" بھابھی کا دم نکل رہا تھا۔ جب سے بشریٰ کی طبیعت خراب ہوئی تھی اور عامل صاحب نے بتایا تھا کہ ایسی ویسی مخلوقات کا گزر ان کے گھر کی چھت پر سے ہے، بھابھی سمیت گھر کے افراد نے چھت پر جانا چھوڑ دیا تھا۔

آج نوفل یہ ریت توڑنے جا رہا تھا۔ اور بھابھی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اسے کیسے روکیں، نوفل نے سچ کہا تھا کہ ان کی سوئی وہیں اٹکی تھی جہاں پہلے تھی۔ ڈاکٹروں کی آگہی ویڈیوز دیکھنے کے باوجود بھی ان کے خیالات میں کوئی خاص تبدیلی نہیں آئی تھی۔ مناہل کی رائے البتہ ان سے الگ تھی۔

اندر بیٹھی بشریٰ برآمدے سے آتی آوازیں سن رہی تھی۔ ذہن منتشر ہو رہا تھا۔ لیکن خود کو یکسو کر کے وہ کاٹن کے پیس کی طرف متوجہ ہوگئی اور فراک کاٹنے لگی۔ چند منٹ بعد وقتے وقفے سے اس کا موبائل بجنے لگا۔ پانچویں بار اس نے کال اٹینڈ کر لی۔

"کتنا انتظار کرواؤ گی؟"

"ذرا سے انتظار سے گھبرا گئے؟"

"ہاں، میں گھبرا ہی گیا ہوں، سچ مچ۔" نوفل نے اعتراف کیا۔

"تم یوں گھبراؤ گے تو میرا کیا ہوگا؟"

"تمہارا یہ ہوگا کہ تمہیں خود کو مضبوط بنانا ہے اور مجھے تسلی دینی ہے۔ مگر یہ نیک کام، اوپر آ کر میرے سامنے کرو جلدی آؤ۔"

فون آف کر کے وہ کپڑا سمیٹنے لگی۔

پہلی سیڑھی پہ قدم رکھتے ہوئے ایک لمحے کو دل زور سے دھڑکا، عجیب سے خوف نے اسے اپنی گرفت میں لے لیا مگر بس وہ ایک لمحہ تھا جو گزر گیا۔ آنکھیں بند کر کے اس نے چند گہری سانسیں لیں اور اوپر چڑھنے لگی۔

چھت کا حال عجیب تھا۔ کافی کباڑ، گرد و غبار، کئی ہفتوں سے صفائی نہیں ہوئی تھی۔ پھر آج کل گرد آلود ہوائیں بھی چل رہی تھیں۔ نوفل نے کونے میں پڑے کباڑ میں سے لکڑی کا ایک لمبا سا تختہ نکال کر اسے صاف کیا اور اس کے نیچے اینٹیں لگا کر ایک بینچ کی سی شکل دے دی تھی۔

"تشریف رکھیے، بیگم صاحبہ!" نوفل نے اپنی تیار کردہ بینچ کی طرف اشارہ کیا۔

"میں اوپر آتے ہوئے یہی سوچ رہی تھی کہ بیٹھنے کی جگہ تو ہے ہی نہیں کھڑے ہی رہنا پڑے گا۔" بشریٰ بینچ کے کنارے پر ٹک گئی۔

"مشکلات اور پریشانیوں کے کاٹھ کباڑ سے ہمیں خود ہی اپنے لیے آسانیاں اور خوشیاں تلاش کرنی پڑتی ہیں۔ نکالنی پڑتی ہیں۔ اور وہ مل ہی جاتی ہیں۔" نوفل نے اسے جواب دیتے ہوئے اپنی جیب میں ہاتھ ڈالا۔

"یہ لو۔" نوفل کے ہاتھ میں گلاب کا پھول اور چاکلیٹ تھی۔ بشریٰ نے ایک محجوب مسکراہٹ کے ساتھ انہیں تھام لیا۔

Scanned with CamScanner

NOVELSCLUBB@GMAIL.COM
WWW.NOVELSCLUBB.COM

چاکلیٹ کا سوندھا ذائقہ منہ میں گھلنے لگا۔ گلاب کی مہک دونوں کے چاروں طرف پھیل گئی۔

"جب ہماری شادی آگے بڑھ گئی تو سفیان اور منابل کی خوشیاں دیکھ کر میں جیلیس تو نہیں تھا مگر اپنے اور تمہارے لیے بہت دکھ ہوا تھا۔ اللہ سے اور بندوں سے شکایت بھی ہو چلی تھی۔"

نوفل نے بولتے ہوئے ٹھہر کر ایک نظر بشریٰ کو دیکھا۔

"مگر اب ریلائز ہوتا ہے کہ کبھی جو کچھ ہمیں ناگوار اور برا لگتا ہے اس میں ہمارے لیے کوئی بھلائی کوئی آسانی یا کوئی خوشی ہوتی ہے۔ منابل بھابھی کا اس گھر میں آنا تمہارے حق میں اچھا ثابت ہوا۔ تمہاری بیماری کے معاملے میں انہوں نے بہت ساتھ دیا۔ بہت مدد کی۔"

بشریٰ کی آنکھوں میں تائید کے رنگ ابھرے، وہ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ بشریٰ کو بھی اب یہ احساس ہو چلا تھا کہ منابل کا اس گھر میں آنا، اس کی خوشیوں پر ڈاکہ نہیں تھا بلکہ دراصل اس کے مشکل حالات کے لیے اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی مدد کی راہ ہموار کر دی تھی۔

"میں نے منابل بھابھی کا شکریہ ادا کیا تھا۔ انہوں نے سفیان بھائی سمیت سب کی طرف سے بہت باتیں سنیں۔ ڈانٹ بھی کھائی۔ مگر وہ پریشرائز نہیں ہوئیں۔" بشریٰ نے اعتراف کیا۔

"تم بہت کمزور ہو رہی ہو۔ ڈاکٹر نے کہا ہے۔ اپنی صحت پر توجہ دو۔" نوفل نے اچانک ہی موضوع بدل دیا۔ کاسنی دوپٹے کے ہالے سے نظر آتا اس کا چہرہ واقعی بہت کمزور لگ رہا تھا۔ اور نوفل کی تاکید سن کر بشریٰ کے چہرے پہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب میری صحت بہتر ہو رہی ہے۔ تم فکر نہ کرو۔"

"کیسے نہ کروں؟ تمہاری فکر، تمہارا خیال دل کی دھڑکنوں سے جڑا ہوا ہے۔"

بشریٰ کی زرد رنگت میں اسی پھول کے رنگ گھلنے لگے جو اس کے ہاتھ میں تھا۔ آج سے پہلے نوفل اس کے روبرو یوں رومانٹک نہ ہوا تھا۔

بشریٰ کی جھکی ہوئی پلکیں۔ اٹھائی نہیں گئیں اور اس کی انہی جھکی نگاہوں کے سامنے نوفل نے موبائل اسکرین روشن کی۔ بیڈ روم فرنیچر کی تصاویر تھیں۔

"انہیں دیکھو اور اپنی پسند بتاؤ۔"

"یہ......؟"

"یہ میری ذمہ داری ہے، میں ارینج کرلوں گا، تم صرف پسند کرو۔"

بشریٰ کی بے یقین آنکھیں لمحے بھر کو حیران ہوئیں پھر ان میں خوشی اور طمانیت کے رنگ پھیل گئے۔

"تم بہت اچھے ہو نوفل۔" اس کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں اور لہجہ بھی۔

"لکھ کر دو، کیا پتا بعد میں مکر جاؤ۔"

"مجھے معلوم ہے تم ایسے ہی رہو گے اور مجھے مکرنے نہیں دو گے۔" بشریٰ کا یقین اس کے لفظوں کے ساتھ ساتھ چہرے پر بھی تھا۔ مگر اچانک ہی اسے ایک خیال آیا اور چہرے کی جوت ماند پڑنے لگی۔

"اب کیا ہو گیا؟"

"خالو کا کیا ہو گا؟ اگر وہ اپنی ضد پر قائم رہے تو؟" بشریٰ کا خوف اور اندیشے مکمل طور پر ابھی ختم نہیں ہوئے تھے۔

"ڈونٹ وری، ان کی بیٹیوں نے اب تک انہیں منالیا ہو گا۔" نوفل نے بڑے یقین سے سر ہلایا۔

"سچ؟"

"بالکل سچ۔" وہ مسکرایا، بشریٰ کی شرمیلی مسکان خوشبو بن کر اس کے اس پاس پھیل رہی تھی۔

عین اسی وقت تیز ہوا کا جھونکا اپنے ساتھ گرد و غبار لایا تھا۔ خزاں کی دستک اور آہٹ ان گرد آلود ہواؤں میں تھی۔ مگر اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔ بہار کے پھول تو دلوں میں کھل رہے تھے۔

☆☆

Scanned with CamScanner